جلد ۱۰ | ۴ ہجرت ۱۳۴۰ ہش | ۱۸ ذوالقعدہ ۱۳۸۰ھ | ۴ مئی ۱۹۶۱ء | نمبر ۱۸

اخبار احمدیہ

ربوہ ۲۰ اپریل سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ اطلاعات سے معلوم ہوا ہے کہ مورخہ ۲۵ اپریل کو حضور ربوہ سے لاہور تشریف لے گئے۔ راستہ میں کچھ گھبراہٹ ہوئی لیکن مجموعی طور پر طبیعت بہتر رہی البتہ سفر کی کوفت سے لاہور میں کچھ کوفت محسوس فرماتے رہے۔

آج کی رپورٹ مظہر ہے کہ آج صبح ۱/۲ ۹ بجے حضور لاہور سے بخیریت ربوہ واپس تشریف لے آئے ہیں۔ احباب جماعت حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی شفائے کامل و عاجل اور درازیٔ عمر کے لئے خاص توجہ اور التزام سے دعائیں جاری رکھیں۔

قادیان ۲ مئی۔ محترم مولوی عبد الرحمان صاحب فاضل امیر جماعت احمدیہ قادیان جو کہ بسلسلہ اپیل اڑیسہ بھوبنیشور تشریف لے گئے اور تا حال واپس تشریف نہیں لائے۔ اللہ تعالیٰ سفر و حضر میں ہر طرح حافظ و ناصر ہو اور بخیریت واپس لائے۔ آمین

قادیان ۲ مئی۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ ربہ بفضلہ تعالیٰ بخیریت ہیں۔ آپ کچھ اپریل سے تا حال پاکستان میں قیام فرما ہیں۔ اللہ تعالیٰ بخیریت واپس لائے۔ آمین

اڑیسہ کے دار الحکومت بھوبنیشور میں جماعت احمدیہ کا عظیم الشان جلسہ

اور

پریس کانفرنس

سابق لاء منسٹر شری ستیہ پریہ مہنتی کے تاثرات

(از مکرم مولوی عبد الحق صاحب فاضل رکن تبلیغی وفد از لیسہ و بوساد)

بھوبنیشور ۱۶ اپریل پانچ بجے شام پٹیل ہال میں جماعت احمدیہ کی طرف سے ایک پریس کانفرنس بلائی گئی۔ نمائندگان کے سامنے جماعت کی طرف سے ایک ٹائپ شدہ میمورنڈم پیش کیا گیا جس میں مختصر الفاظ میں جماعت سے تعارف کرایا گیا تھا۔ بعدہٗ مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل نے جماعت احمدیہ کی غرض و غایت اور اس کی صلح کل تعلیم پر مختصر الفاظ میں روشنی ڈالی۔ بعدہٗ نمائندگان پریس نے جماعت احمدیہ کے مخصوص عقائد کے متعلق بعض سوالات کئے جن کے جوابات دیئے گئے۔ جماعت احمدیہ کا سوشل ورک۔ "احمدی غیر احمدی میں فرق" جماعت کی بین الاقوامی حیثیت۔ دنیا میں امن و شانتی کے قیام و بقا کے لئے جماعت کی جد و جہد وغیرہ مسائل زیر بحث رہے اور یہ سلسلہ افہام و تفہیم پونے سات بجے تک جاری رہا۔

جلسہ کی کارروائی

بذریعہ ہینڈ بل اور خصوصی دعوتی کارڈوں کے ذریعے معززین شہر کو جلسہ کے پروگرام سے اطلاع کر دی گئی تھی۔ وقت مقررہ پر شری ستیہ پریہ مہنتی سابق لاء منسٹر حکومت اڑیسہ تشریف لے آئے اور ٹھیک پونے سات بجے جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد مکرم سید عبد السلام صاحب بی۔ اے نے انگریزی زبان میں ایک تعارفی مضمون پڑھ کر سنایا جس میں جماعت احمدیہ کی ابتداء الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور جماعت احمدیہ کی صلح کل تعلیم اور اس کی شاندار ارتقاء پر چیدہ چیدہ امور پر روشنی ڈالی گئی تھی۔ اس کے بعد مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل و سنسکرت اسکالر نے موعود اقوام عالم کے موضوع پر ایک گھنٹہ تک تقریر فرمائی۔ آپ نے متعدد مذہبی کتب کی تحریرات پیش فرما کر بتایا کہ ان تحریرات سے ثابت ہوتا ہے کہ اس دنیا میں ایک انتہائی گمراہی اور برائی کا دور آنے والا تھا۔ جس کی تمام مذاہب نے خبر دی تھی۔ اور آج پیروانِ مذاہب بتا رہے ہیں کہ واقعی طور پر آج ہم لوگ اس دور میں سے گذر رہے ہیں۔ اور چونکہ تمام مذاہب میں ایسے پُرآشوب دور میں ایک مصلح اور موعود کے ظہور کی خبر دی گئی ہے۔ اس لئے تمام مذہبی لوگ اس مصلح کا نہایت بے تابی سے انتظار کر رہے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے موعود اقوام عالم کے جائے ظہور "قادیان" اور آسمانی نشانوں میں سے کسوف و خسوف اور کچھ زمینی نشان بیان فرمائے اور ہندو مسلم سکھ و عیسائی کتب کی تحریرات سے ثابت کیا کہ یہ نشانات پہلے سے موعود اقوام عالم کے لئے بطور معروف کے ان کتب میں بیان کئے گئے تھے جو آج پورے ہو رہے ہیں۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ اور آپ کی امن بخش تعلیم بھی پیش کی۔

آپ کی تقریر کے بعد مکرم رشید احمد صاحب امن عالم اور اسلام" کے موضوع پر آدھ گھنٹہ تک تقریر کی۔ اور اس ضمن میں رب العالمین۔ احترام پیشوایانِ مذاہب مساوات لا اکراہ فی الدین۔ اور اسلام کی تعلیم عدل و انصاف اور بغیر کسی مذہبی امتیاز کے شہری حقوق میں برابری۔ ملکی قانون کا احترام کی مثالوں اور تاریخی حقائق کی روشنی میں وضاحت کی اور بتایا کہ یہی وہ پاک اصول ہیں جو اس وقت امن کے ضامن ہو سکتے۔ اور موجودہ سائنس کی ہلاکت خیز ایجادات سے ہمیں نجات بخش سکتے ہیں۔

آخر میں صدر محترم نے اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا کہ میرے لئے یہ دوسرا موقعہ ہے کہ میں نے جماعت احمدیہ کے جلسہ میں صدارت کے فرائض سرانجام دینے کا موقع پایا۔ جماعت احمدیہ وہ واحد جماعت ہے جو قیام امن کے لئے اڑیسہ اور پورے ہندوستان میں عزم و استقلال کے ساتھ کوشش کر رہی ہے۔ اور اس میں اسے نمایاں کامیابی حاصل ہو رہی ہے ہمیں چاہیئے کہ ہم اس جماعت کی تقلید کریں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ سائنسی ایجادات نے جہاں مادی طاقتوں پر ہمیں قدرت بخشی ہے۔ وہاں ہمیں خوفناک ہلاکت کے کنارے پر بھی لا کر کھڑا کر دیا ہے اور ہمارا امن اور اطمینان ہم سے چھین لیا ہے۔ آج بھی ہم مذہب کی حقیقی روح کو سمجھ کر اس پر عمل کر کے انسانیت کا امن اور شانتی سے ہمکنار کر سکتے ہیں۔

صدارتی تقریر کے بعد مکرم طاہر الدین صاحب بی۔ اے امیر جماعت احمدیہ کیرنگ نے جماعت احمدیہ کی طرف سے حاضرین جلسہ کا شکریہ ادا کیا اور جلسہ کی کارروائی بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی۔ مکرم سید تحقیق الدین صاحب انڈر سیکرٹری حکومت اڑیسہ کے علاوہ تین اور انڈر سیکرٹری صاحبان نے بھی جلسہ میں شرکت فرمائی۔

اس جلسہ اور پریس کانفرنس کی کامیابی کا سہرا مسٹر منظور احمد صاحب پریزیڈنٹ جماعت احمدیہ بھوبنیشور اور جماعت احمدیہ کے دیگر متعدد احباب کے سر ہے۔ جنہوں نے اپنی انتھک محنت و مساعی سے ذریعہ وقت کی قلت اور دیگر ذرائع کی کمی کے باوجود اس پروگرام کی تکمیل کی۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

اسی روز جماعت احمدیہ اڑیسہ کے صوبائی انتخابات بھی ہوئے۔ اس لئے اکثر جماعتوں کے نمائندگان بھی بھوبنیشور میں موجود تھے۔ اور ان کی وجہ سے جلسہ کی رونق دوبالا ہو گئی۔ مہمانوں کی زیادتی کے باوجود ان کے قیام و طعام کا انتظام نہایت تسلی بخش تھا۔ اللہ تعالیٰ جماعت کے اخلاص میں برکت دے۔ اور بڑھ چڑھ کر اسلام کی خدمت کی توفیق عطا فرماوے۔ آمین۔

درخواست دعا

حضرت سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحب کے متعلق ان کے صاحبزادے مکرم سیٹھ یوسف الہ دین اطلاع دیتے ہیں۔

"چند دن سے حضرت سیٹھ صاحب کو ہلکا ہلکا بخار مسلسل رہتا ہے اور کمزوری بہت ہو گئی ہے"۔

احباب جماعت حضرت سیٹھ صاحب کی صحت کاملہ عاجلہ کیلئے خصوصیت سے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان نافع الناس وجود کو ...

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

علاقہ جنوبی ہند کا تبلیغی و تربیتی دورہ

رپورٹ مرسلہ مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب رکن تبلیغی وفد برائے جنوبی ہند

(۴)

۱۱ر اپریل کو تبلیغی وفد سنموگہ کے تبلیغی مشاغل سے فارغ ہو کر سرب کی طرف چلا ہماری بس ساگر سے گذری وہاں "ساگر" کے ایک مخلص احمدی اور قومی کارکن مکرم محمد منیر احمد صاحب و دیگر احمدی احباب نے ہم لوگوں کا استقبال کیا۔

ہم لوگ دوپہر کو سرب پہنچے۔ وہاں مکرم محمد عثمان صاحب کے گھر ہم لوگوں کے قیام و طعام کا انتظام تھا

شام کو سرب کے ٹاؤن ہال میں جلسہ کا پروگرام تھا۔ ٹھیک وقت پر جلسہ شروع ہوا۔ آج کے جلسہ کی صدارت وہاں کی ایک معروف غیر مسلم شخصیت چیئرمین میونسپلٹی سرب نے کی۔

تلاوت و نظم کے بعد پہلی تقریر مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی کی ہوئی۔ دوسری میری اور تیسری مکرم مولانا محمد سلیم صاحب کی۔

ہم تینوں نے اپنے اپنے طریق سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان تجاویز کا ذکر کیا۔ جو آپ نے ۱۹۰۸ء میں ہندو مسلم اتحاد کے لئے پیش کی تھیں۔ اور جو پیغام صلح کے نام سے کتابی صورت میں موجود ہے اس موقعہ کے لئے مرکز سے جو لٹریچر آیا تھا وہ بھی تقسیم کیا گیا۔

حاضرین میں ہندو مسلم دونوں شامل تھے۔ لہذا ہر تقریر میں ان دونوں کو ملحوظ رکھا گیا

آخر میں صدر جلسہ نے اور پھر مکرم محمد منیر صاحب آف ساگر نے حاضرین کو خطاب کیا۔ اس کے بعد جلسہ ختم ہوا۔

آج شام کو مکرم محمد عثمان صاحب نے "سرب" کے بہت سے معزز مسلمانوں کو کھانے پر مدعو کیا تھا۔ ایک لمبا دسترخوان بچھایا گیا۔ اور سبھوں نے ساتھ کھانا کھایا۔

دوسرے دن یعنی ۱۲ر اپریل کو ساگر کا پروگرام تھا۔ مگر ساگر کے حالات پبلک میٹنگ کے لئے موزوں نہ تھے۔ اس لئے مولوی شریف احمد صاحب امینی تو ساگر میں کچھ دیر قیام کر کے شموگہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ وہاں آپ نے دوسرے دن خطبہ جمعہ دیا جس میں تربیتی امور کے علاوہ رسالہ بدر کی خریداری پر بھی زور دیا لیکن میں اور مولینا محمد سلیم صاحب نے دونوں رفیقے اور مکرم ولی الدین صاحب مبلغ شموگہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر جوگ فال چلے گئے۔ ابھی ہم لوگوں کا پروگرام کچھ ایسا تھا کہ آرام کرنے کا موقعہ بہت کم ملتا تھا۔ ہمارا مشغلہ تھا دن کو پہنچنا۔ رات جلسہ کرنا اور پھر رات ہی میں آگے کے لئے رخت سفر باندھنا۔ رات کی نیند سے تو گویا محروم ہی ہو گئے تھے۔ اس لئے ایک دن کا یہ وقفہ بڑی غنیمت معلوم ہوا۔ اور ہم لوگ سرب سے "جوگ فال" چلے گئے۔

وہاں وہ آبشاریں دیکھیں جنہیں دیکھنے کے لئے لوگ دور دور سے آتے رہتے ہیں۔ وہاں بجلی کا وہ جنریٹر دیکھا جو ۲۲ ہزار پانچ سو کلوواٹ بجلی پیدا کرتا ہے اس طاقت سے سارے میسور اسٹیٹ کو بقعۂ نور بنا دیتا ہے۔

جوگ فال کے پرفضا مناظر سے محظوظ ہو کے بعد ہم لوگ وہاں سے شموگہ کے لئے روانہ ہوئے اور یہاں رات گذار کر صبح ہی بنگلور کے لئے روانہ ہو گئے۔ وہاں رات کو مکرم مولینا محمد سلیم صاحب نے مکرم عبد الجلیل صاحب کے ہاں سورۃ والتین کا درس دیا۔ اور صبح میں نے سید مدار شاہ صاحب کے ہاں سورۃ تبت یدا کا درس دیا

۱۵ر اپریل کی شام کے ۵ بجے ہماری ٹرین بنگلور کے پلیٹ فارم میں داخل ہوئی۔ مکرم بی۔ ایم عبد الرحیم صاحب نے اسٹیشن پر ہم لوگوں کا استقبال کیا۔ یکم اپریل سے گاڑی کا وقت بدل گیا تھا پہلے یہ گاڑی ۶ بجے آیا کرتی تھی۔ باقی احباب کو اس تبدیلی وقت کی اطلاع نہیں تھی۔ اس لئے وہ بروقت اسٹیشن نہ پہنچ سکے۔

ہم لوگ اسٹیشن سے مکرم بی۔ ایم عبد الرحیم صاحب صدر جماعت احمدیہ بنگلور رئیس بنگلور کے دولت کدہ پر پہونچے۔

آج رات کو ہی وہاں کی جماعت نے عید میلاد النبیؐ کی تقریب رکھی تھی اور جلسہ گاہ کے لئے انہیں کا کمپاؤنڈ منتخب کیا گیا تھا۔ اس جلسہ کی صدارت مکرم بی۔ ایم عبد الرحیم صاحب نے کی۔

اس جلسہ میں زیادہ تعداد ہندوؤں کی تھی۔ اس لئے مجھ سے ہندی زبان میں تقریر کرنے کی فرمائش کی گئی۔ میں نے ہندی زبان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٔ کرشن پر روشنی ڈالی۔

میرے بعد مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی اور مکرم مولینا محمد سلیم صاحب نے تقریریں کیں۔ ان دونوں تقریروں میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقام و منصب کا نہایت دلنشین انداز میں ذکر کیا گیا۔ یہ جلسہ بھی خیر و خوبی سے اختتام کو پہنچا۔

روانگی مدراس ۱۶ر اپریل کو ہم لوگ بنگلور سے مدراس کے لئے روانہ ہوئے مگر مولینا محمد سلیم صاحب نے ۱۶ر اپریل کا دن بنگلور ہی میں گذارا اور وہاں اس دن لجنہ اماء اللہ کے ایک اجلاس کو خطاب کیا۔ ۱۷ر اپریل کو آپ بھی بنگلور سے روانہ ہو کر مدراس پہونچ گئے۔ مکرم چوہدری مبارک علی صاحب ضروری کاموں کی وجہ سے بمبئی واپس چلے گئے۔

احباب جماعت مدراس نے ۱۸ر کو اسلامک سنٹر میں ایک جلسہ کا بندوبست کیا تھا۔ اس جلسہ کی صدارت مکرم مولینا محمد سلیم صاحب نے کی۔

تلاوت و نظم کے بعد مکرم مولوی امینی صاحب نے ایک تعارفی تقریر کی۔ اس کے بعد مکرم مولوی عبد اللہ صاحب فاضل ایچ اے جو ہم لوگوں سے پہلے ہی یہاں آئے ہوئے تھے نے تامل زبان میں فضائل اسلام پر تقریر کی جس سے تامل زبان والے خوب ہی محظوظ ہوئے

دوسری تقریر خاکسار کی تھی۔ میں نے سورۃ "ابی لہب" کی تلاوت کی۔ اور بتایا کہ ابولہب ناری وجود کو کہتے ہیں جو آدم کے زمانے سے آدمی کا تعاقب کر رہا ہے۔ اور آج بھی آگ سے کھیلنے والی قومیں ہمارا تعاقب کر رہی ہیں۔ خدا ان ابولہبوں کو بھی برباد کرنا چاہتا ہے مگر مسلمانوں نے ابھی تک مشیت الٰہی معلوم نہیں کی۔ وغیرہ وغیرہ

میرے بعد محترم صدر جلسہ نے صدارتی تقریر کی۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان خاتم النبیین پر بڑے لطیف انداز میں روشنی ڈالی۔ اور مسلمانوں کو اپنی وحدت قائم رکھنے کی اپیل کی۔

احباب مدراس نے ۱۹ر اپریل کو بھی ایک پبلک میٹنگ کا اعلان کیا تھا۔ دونوں جلسوں کے لئے بڑے بڑے پوسٹر شائع کئے گئے تھے۔ ساتھ ہی ہینڈ بل بھی۔ یہ پوسٹر اردو کے علاوہ تامل زبان میں بھی تھے۔

۱۹ر کا جلسہ ایسے ہی علاقے میں ہونے والا تھا۔ جہاں زیادہ تر تامل زبان کے بولنے والے رہتے ہیں اور احمدیت کے شدید معاند ہیں۔ چنانچہ اس موقعہ پر ان کے عناد کا اس طرح مظاہرہ ہوا کہ غیر احمدی مسلمانوں کا ایک وفد انسپکٹر آف پولیس کے پاس پہنچا اور انہیں احمدیوں کی طرف سے بدظن کر کے جلسہ روکنا چاہا انسپکٹر آف پولیس نے جماعت احمدیہ کو بھی بلایا۔ مکرم مولوی شریف احمد صاحب مبلغ مدراس نے جماعت کی طرف سے مدافعت کی۔ اور انسپکٹر پر اچھا اثر ڈالا غیر احمدی مسلمان یہ صورت حال دیکھ کر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے پاس گئے۔ اور وہاں سے بھی مایوسی ہوئی تو ہائی کورٹ سے "STAY ORDER" لینا چاہا مگر ادھر سے بھی نامراد لوٹے۔ تب ہمارے خلاف وہ اشتہار تامل زبان میں شائع کئے گئے۔ جس میں مسلمانوں سے اپیل کی تھی۔ کہ وہ ہمارے جلسہ میں شریک نہ ہوں۔

آخر ۱۹ر اپریل کو شام کے ۷ بجے ہم لوگ جلسہ گاہ پہونچے تو دیکھا کہ کافی تعداد میں حاضرین موجود ہیں۔ اور ادھر پولیس کے لگ بھگ پچاس نوجوان بھی موجود ہیں۔ انسپکٹر اور سب انسپکٹر آف پولیس بھی آئے ہوئے ہیں۔ جونہی ہماری کار وہاں پہونچی۔ انسپکٹر پولیس نے پولیس کے نوجوانوں کو ہماری حفاظت کا حکم دیا جب ہم لوگ سٹیج کے پاس پہونچے تو پولیس کے نوجوان ہر طرف پھیل گئے۔ اور حاضرین کی نگرانی کرنے لگے۔

تلاوت و نظم کے بعد آج کی کارروائی کا آغاز مکرم مولوی عبد اللہ صاحب فاضل ایچ اے کی صدارت میں ہوا۔ پہلے ایک نئے احمدی مکرم محی الدین علی صاحب نے تعارفی تقریر کی۔ یہ تقریر تامل زبان میں تھی اس کے بعد مکرم مولوی شریف احمد صاحب نے عقائد احمدیت بیان کئے۔ مکرم مولوی عبد اللہ صاحب ساتھ ساتھ اس کا تامل زبان میں ترجمہ کرتے گئے۔

تیسری تقریر مکرم مولینا محمد سلیم صاحب کی ہوئی۔ آپ نے شان خاتم النبیین کی وضاحت کی۔ ان کے بعد مکرم مولوی عبد اللہ صاحب نے معرکۃ الآرا تقریر کی جس میں مسئلہ توحید احترام پیشوایان مذاہب کا خصوصیت سے ذکر آیا۔ اس کے بعد مکرم آزاد نوجوان صاحب نے انگریزی میں اور مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی نے اردو میں حاضرین معززین اور حکام کا شکریہ ادا کیا اس طرح جلسہ خیر و خوبی سے پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

ہم لوگوں نے واپسی سے پہلے پولیس کے اعلیٰ حکام سے جن میں ڈپٹی کمشنر آف پولیس بھی تھے ملاقات کی۔ یہ ۱۹۶۶ء کے دورۂ جنوبی ہند کا آخری جلسہ تھا۔ اللہ تعالیٰ اس دورے کو کامیاب بنائے۔ آمین

۱۹ر کے جلسے میں اور تاریخ کو جلسہ منعقد کئے جانے کا اعلان کیا گیا جس میں مولوی عبد اللہ صاحب فاضل تامل زبان میں اور مولوی شریف احمد صاحب امینی فاضل اردو میں تقاریر کریں گے۔ یہ جلسہ مکرم علی محی الدین صاحب کے دولت کدہ میلاپور میں ہونے والا ہے۔

دنیا کی موجودہ بے چینی کا اسلام کیا علاج پیش کرتا ہے؟

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ایک پُر معارف تقریر

فرمودہ ۹؍ اکتوبر ۱۹۴۶ء بمقام نئی دہلی

(قسط نمبر ۲)

اگر کوئی شخص سوال کرے۔ جب مذہب ایک نہیں ہو سکتا۔ اور یہ چیز امن کے لئے ضروری ہے۔ تو پھر کیا کیا جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اول ہم میں سے ہر آدمی اپنے اندر

تحقیق کا مادہ

پیدا کرے۔ اور ہر شخص بغور دیکھے۔ کہ جس مذہب کو وہ مانتا ہے کیا اس کے پاس واقعہ میں اس مذہب کے سچا ہونے کے دلائل بھی موجود ہیں۔ یا اندھا دھند والدین کی تقلید کر رہا ہے۔ وہ اپنے مذہب کو بھی دیکھے اور غور کرے اور دوسرے مذاہب کا بھی مطالعہ کرے اور حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کرے۔ اس کے سوچ بچار اور تحقیقات کا نتیجہ چاہے صحیح نکلے یا غلط۔ بہرحال ہر انسان کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ مذاہب کا مطالعہ کرے اور جو مذہب اسے سچا معلوم ہو اسے اختیار کرے۔ بغیر تحقیق کے کسی مذہب کو مان لینا انسان کو کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا ہے کہ تو ان لوگوں کو کہہ دے کہ علے بصیرۃ انا ومن اتبعنی۔ یعنی میں اور میرے ماننے والے کیوں حق پر ہیں۔ اس لئے کہ ہم نے اسے بصیرت کے ساتھ قبول کیا ہے۔ لیکن تم اس لئے غلطی پر ہو۔ کہ تم نے بصیرت کے ساتھ اس مذہب کو نہیں مانا۔ بلکہ تم اپنے آباؤ اجداد کا مذہب سمجھ کر اسے مانتے آ رہے ہو۔ تمہارے پاس اس کے سچا ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ خدا کا ایک ہونا درست ہے یا تین خداؤں کا عقیدہ رکھنا درست ہے۔ یہ چیز زیر بحث نہیں بلکہ اصل بات ہے کہ علے بصیرۃ انا ومن اتبعنی ہم نے جو کچھ مانا ہے۔ وہ تحقیق سے مانا ہے۔ دلائل اور شواہد کے ساتھ مانا ہے پس یہ نہایت ضروری امر ہے کہ ہر شخص تحقیقات کے بعد

اپنا مذہب خود اختیار کرے

لیکن جب تحقیق کرنے لگے تو اسے یہ عہد کر لینا چاہئے کہ اگر مجھے حق مل گیا۔ تو میں اس کے قبول کرنے میں ضد اور تعصب سے کام نہیں لوں گا۔ بلکہ اپنی عقل اور فکر سے کام لے کر سوچوں گا کہ ایک سچے مذہب میں جن امور کا پایا جانا ضروری ہے کیا وہ میرے تجویز کردہ مذہب میں بھی پائے جاتے ہیں یا نہیں اور اگر نہ پائے جائیں تو مجھے اس کے چھوڑنے میں کوئی دریغ نہیں ہوگا۔ یہ خیال کر لینا کہ جو کچھ ہمارے باپ دادا مانتے چلے آئے ہیں وہی درست ہے۔ اور اب ہمارا بھی فرض ہے کہ اس کو مانیں اور اپنی ذاتی عقل اور فکر سے کام نہ لیں ایک ایسا خیال ہے جو کسی طرح سے بھی درست نہیں سمجھا جا سکتا۔ اگر تمہارے ماں باپ کا مذہب ہی تمہارے لئے کافی ہوتا تو اللہ تعالیٰ تمہیں عقل نہ دیتا۔ بلکہ تمہارا حصہ بھی تمہارے ماں باپ کو دے دیتا۔ جنہوں نے تمہارے متعلق فیصلہ کرنا تھا اور جن کی تم نے پیروی کرنی تھی اس لحاظ سے عقل کی صرف انہیں ہی ضرورت تھی تمہیں ضرورت نہ تھی۔ پھر تم کو اللہ تعالیٰ نے عقل و شعور کیوں دیا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فعل عبث نہیں ہے۔ بلکہ اس نے تمہیں عقل اس لئے دی ہے کہ تم اس سے کام لو۔ اور اس کے ذریعہ حق و باطل میں تمیز کر سکو۔ پس یہ ایک بے وقوفی کی بات ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے دماغ تو دے دیا لیکن اس سے سوچنے اور کام لینے کی ضرورت نہیں۔ جب تک انسان میں دماغ موجود ہے۔ اسے نیکی اور بدی کی پہچان اور حق و باطل میں خود تمیز کرنی چاہئے۔

یہ ایک اہم فریضہ ہے

جو اس کے ذمہ لگایا گیا ہے۔ پس اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ دینی اصولوں میں ماں باپ کا فلسفہ کافی نہیں۔ بلکہ اس کے متعلق پورے طور پر تحقیقات کرنا تمہارا فرض ہے اور تحقیق حق کر کے کسی مذہب کو ماننا ہی انسان کی جسمانی اور روحانی زندگی کو کوئی فائدہ دے سکتا ہے۔ اور تحقیق کر کے ماننا ہی مذہب کی جان ہے۔ میں نے سینکڑوں مسلمان نوجوانوں سے پوچھا ہے کہ تم مسلمان کیوں ہو۔ اور

اسلام میں کیا خوبی ہے

جس کی وجہ سے تم نے اسے اختیار کیا ہے۔ تو وہ جواب دیتے ہیں۔ ہمیں تو پتہ نہیں۔ اور میں نے سینکڑوں مسلمان نوجوانوں سے پوچھا ہے کہ تم رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیوں مانتے ہو۔ کہتے ہیں کبھی غور نہیں کیا۔ میں ایک مذہبی جماعت کا امام ہوں۔ اس لئے لوگ مجھ سے اکثر ملنے کے لئے آتے رہتے ہیں۔ اور میں ان سے اس قسم کے سوالات بعض اوقات پوچھ لیتا ہوں۔ لیکن ان میں سے اکثر یہی جواب دیتے ہیں۔ کہ کبھی غور نہیں کیا۔ میں ایسے لوگوں کو کہا کرتا ہوں کہ تم اسلام کے نام پر لڑنا تو شروع کر دیتے ہو۔ مگر تم نے کبھی نہیں سوچا کہ ہم مسلمان کیوں کہلاتے ہیں اسی طرح میں نے کئی ہندوؤں سے پوچھا ہے کہ آپ کیوں ہندو مذہب کو اختیار کئے ہوئے ہیں۔ کونسی خوبی ہے جو ہندو مذہب میں ہے اور دوسرے کسی مذہب میں نہیں تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم نے ہندو مذہب کی کتاب نہیں پڑھی یا ہم نے کبھی اسباب پر غور نہیں کیا۔ اب اس قسم کا مذہب نسلی مذہب تو کہلا سکتا ہے لیکن حقیقی مذہب نہیں کہلا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اب لوگوں میں صرف

نسلی مذہب رہ گیا ہے

اصلی مذہب کی جستجو ان کے دلوں میں نہیں رہی۔ پس اسلام اختلاف کو جائز قرار دیتا ہے۔ اور سختی کے ساتھ اس بات سے روکتا ہے کہ اختلاف مذہب کی وجہ سے آپس میں جنگ و جدال کیا جائے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ جو لوگ تحقیقات کرنے کے عادی ہیں وہ اختلاف کی وجہ سے لڑتے ہی نہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ جب میرا حق ہے کہ میں تحقیق کر کے کسی نتیجہ پر پہنچوں تو دوسرے شخص کو کیوں حق حاصل نہیں کہ وہ بھی تحقیق کرے۔

دیکھ لو سائنسدان کبھی آپس میں اختلاف کی وجہ سے لڑائی جھگڑا نہیں کرتے۔ اس کی

کئی مثالیں موجود ہیں

کہ ایک سائنسدان نے ایک لمبی تحقیق کے بعد ایک تھیوری نکالی۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد کسی دوسرے سائنسدان نے اس کی تحقیقات کو غلط ثابت کر دیا۔ اور اس نے ایک جدید تھیوری قائم کر دی مگر باوجود اس کے کہ وہ ایک دوسرے کی تھیوریوں کو غلط ثابت کرتے چلے جاتے ہیں۔ ان میں کبھی لڑائی جھگڑا نہیں ہوتا کہ تم نے میری تھیوری کو کیوں غلط قرار دیدیا۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح میرا حق ہے کہ میں کوئی تھیوری نکالوں۔ اسی طرح دوسرے کا حق ہے کہ وہ بھی تحقیقات کرے اور اسے مجھ سے کوئی بہتر چیز معلوم ہو۔ تو وہ بے شک میری بات کو غلط قرار دے دے۔ لیکن عام لوگ یہ فیصلہ کر بیٹھے ہیں۔ کہ چاہے کچھ ہو ہم نے اپنے ماں باپ کے مذہب کو نہیں چھوڑنا۔ اس لئے وہ دوسرے مذاہب کے خلاف اپنے دلوں میں ضد اور عداوت لئے بیٹھے رہتے ہیں۔ پس پہلی بات یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک شخص تحقیق حق کرے۔

دوسری بات یہ ہے

کہ ضد نہ کرے۔ اگر تحقیقات کرنے کے بعد اس پر حق کھل جائے تو اسے بخوشی تسلیم کر لے اور اس کے قبول کرنے میں کسی تساہل سے کام نہ لے۔ یہ کتنے افسوس کی بات ہوگی کہ ایک شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ حق بات کیا ہے۔ لیکن وہ اس کے قبول کرنے سے گریز کرے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض دفعہ حق کے قبول کرنے میں کئی قسم کی تکالیف برداشت کرنا پڑتی ہیں۔ لیکن ان تکالیف سے ڈر کر حق کو چھوڑ دینا بھی نہایت ہی کم ہمتی ہے۔ گلیلیو نے یہ تحقیقات کی کہ زمین چپٹی نہیں۔ بلکہ گول ہے۔ جب یہ خبر شائع ہوئی تو پوپ نے اس کے خلاف کفر کا فتویٰ دیدیا کہ یہ بات بائیبل کی تعلیم کے بالکل خلاف ہے۔ اس فتوے کی وجہ سے گلیلیو پر لوگوں نے مظالم کرنے شروع کر دیئے۔ کچھ مدت تک وہ ان مظالم کو برداشت کرتا رہا آخر تنگ آ کر اس نے کہہ دیا کہ

اصل بات یہ ہے

کہ شیطان میرے دماغ پر غالب آ گیا تھا اس لئے میں نے یہ کہہ دیا کہ زمین گول ہے زمین گول نہیں بلکہ چپٹی ہے۔ اس طرح اس کو لوگوں کے مظالم سے تنگ آ کر صداقت کو چھوڑنا پڑا۔ اس کے مقابلہ میں بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو کہتے ہیں۔ کہ ہم نے ماننا ہی نہیں چاہے ہمیں صداقت بھی نظر آ جائے۔ ہمارے پاس رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی مثال موجود ہے۔ آپ کے پاس کچھ یہودی آئے اور انہوں نے آپ سے باتیں کیں۔ جب مجلس سے اٹھ کر باہر نکلے تو ایک کہنے لگا کہ بتاؤ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کا تم پر کیا اثر ہوا۔ دوسرے نے کہا تورات کی پیشگوئیاں تو اس پر پوری ہو چکی ہیں۔ اس پر وہ کہنے لگا۔ پھر کیا فیصلہ کیا ہے۔ اس نے کہا فیصلہ کیا۔ جب تک دم میں دم ہے اس کو نہیں ماننا۔ تو جب انسان ضد پر قائم ہو جائے تو لازمی بات ہے کہ وہ حق کو نہیں پا سکتا۔ پس دوسری چیز یہ ہے کہ ہر انسان اپنے دل سے ضد کو نکال دے۔

اور اسے آپ کو اس بات پر آمادہ کرے کہ جہاں کہیں مجھے سچائی مل جائے گی میں اسے قبول کروں گا

ضد تبھی پیدا ہوتی ہے

جب وہ یہ فیصلہ کر لیتا ہے کہ میں کسی حالت میں بھی اپنے مذہب کو نہیں چھوڑوں گا۔

تیسری ضروری بات یہ ہے کہ اختلاف مذہب کو کبھی فساد نہ بنایا جائے۔ ہر انسان اپنے دل میں یہ فیصلہ کر لے کہ تحقیق کر کے کوئی فیصلہ کروں گا اگر حق مل گیا تو قبول کروں گا۔ اور اگر حق مجھ پر نہ کھلا تو لڑائی جھگڑا نہیں کروں گا۔ بلکہ خاموش ہو جاؤں گا۔ جب کوئی شخص تحقیق حق کرے گا۔ تو دو ہی پہلو ہوں گے یا تو اس پر حق کھل جائے گا اور یا نہیں کھلے گا۔ اگر وہ اس نیت سے تحقیق حق کرے گا۔ اگر حق کھل گیا مان لوں گا۔ اگر حق مجھ پر نہ کھلا تو لڑوں گا نہیں۔ تو ایسا شخص صداقت معلوم ہونے پر اسے قبول کرنے سے ہچکچائے گا نہیں۔ اور اگر اسے صداقت نہ ملی تو وہ خاموش ہو جائے گا۔ اور لڑائی جھگڑے کا بازار گرم نہیں کرے گا۔

آخر کیا وجہ ہے

کہ ہم اس اختلاف کو برداشت نہ کریں جبکہ پہلے لوگ بھی دوسروں سے اختلاف کرتے چلے آئے ہیں۔ جب حضرت کرشنؑ اور حضرت رام چندر جی نے دعویٰ کیا تو کیا انہوں نے پہلے لوگوں سے اختلاف کیا تھا یا نہیں۔ اگر اختلاف کیا تھا۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ آج ان کے ماننے والے اس اختلاف کو برداشت نہیں کرتے۔ اور ٹھنڈے دل سے غور نہیں کرتے۔ جب زرتشت نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا تو کیا انہوں نے پہلے لوگوں سے اختلاف نہیں کیا تھا اگر انہوں نے پہلے لوگوں سے اختلاف کیا تھا تو کیا وجہ ہے کہ آج حضرت زرتشتؑ کے ماننے والے دوسروں کے اختلاف کو برداشت نہیں کرتے۔ جب حضرت عیسیٰؑ اور حضرت موسیٰؑ نے اپنے زمانہ میں نبوت کا دعویٰ کیا تو کیا انہوں نے پہلے لوگوں سے اختلاف کیا تھا یا اگر انہوں نے اختلاف کیا تھا تو کیا وجہ ہے کہ آج ان کے ماننے والے دوسروں کے اختلاف کو برداشت نہیں کرتے۔ اگر ان کو اپنے اپنے زمانہ میں دوسروں سے اختلاف کرنے کا حق تھا تو کیا وجہ ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کو یہ حق نہیں پہنچتا۔

گذشتہ انبیاء سے اتباع

تو کسی [illegible] حق حاصل [illegible] کہ وہ [illegible] مذہبی اختلاف کی وجہ سے دشمنی [illegible] نہیں۔ اسلام اس [illegible]

سے منع کرتا ہے کہ کسی شخص سے محض مذہبی اختلاف کی وجہ سے بغض و عناد رکھا جائے ہمارے سامنے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ موجود ہے۔ آپ کے گھر ایک یہودی آیا۔ آپ نے اس کو اپنا مہمان ٹھہرایا وہ یہودی آپ سے بہت کینہ اور بغض رکھتا تھا۔ جاتے وقت وہ بستر پر پاخانہ پھر گیا۔ اس وقت بستر بہت سادہ ہوتے تھے۔ عام طور پر ایک ہی کپڑا ہوتا تھا۔ توشکوں وغیرہ کا استعمال ابھی شروع نہیں ہوا تھا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کپڑے کو دھونا شروع کیا۔ خادمہ جو پانی ڈال رہی تھی اس کے منہ سے غصہ کی وجہ سے یہ فقرہ نکلا کہ خدا اس کا بیڑا غرق کرے کتنا بُرا آدمی تھا کہ رات اس بستر میں سویا رہا اور صبح جاتی دفعہ اس میں پاخانہ پھر گیا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو بُرا بھلا کہنے سے فوراً روک دیا۔ اور فرمایا۔ اُسے بُرا نہ کہو۔ خدا جانے اسے کیا تکلیف تھی۔ پس اختلاف کو وجہ فساد بنانا عقلمندی نہیں۔ اور اس اختلاف پر لڑنے سے کبھی امن قائم نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ تین چیزیں پیدا ہو جائیں۔ تو پھر خدا تعالےٰ کی بادشاہت کے قائم ہو سکتی ہیں

دوسرا سوال یہ ہے

کہ دنیوی طور پر حکومتوں کے اختلاف کس طرح مٹ سکتے ہیں؟

اس سوال کا جواب میں پہلے دے چکا ہوں کہ موجودہ زمانہ میں یہ چیز بظاہر مشکل نظر آتی ہے۔ لیکن ناممکن نہیں یہ دوسری قسم کا اختلاف دنیا میں پارٹی سسٹم کی وجہ سے تقویت پکڑ رہا ہے۔ اس سسٹم کی وجہ سے ایک حکومت دوسری حکومت سے اختلاف رکھتی ہے بلکہ حکومتوں کے اندر بھی یہ فساد پایا جاتا ہے۔ مگر ہم ان کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ اس کا فیصلہ خود حکومتیں ہی کر سکتی ہیں۔

اب میں یہ بیان کروں گا کہ

اسلامی تعلیم

ایسے حالات میں ہماری کیا راہنمائی کرتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ دنیا اس پر عمل کرے یا نہ کرے۔ کیونکہ یہ میرے اختیار کی بات نہیں۔ میں بادشاہ نہیں ہوں کہ کسی کو یہ بات منوا سکوں نہ میں ہندوستان والوں کو اپنی بات منوا سکتا ہوں۔ اور نہ ہی انڈونیشیا والوں اور فلسطین کے لوگوں کو اپنی بات منوا سکتا ہوں۔ میرے پاس سوائے دلیل کے اور کوئی طاقت نہیں۔ پس اگر کوئی شخص مجھ سے پوچھے کہ تمام دنیا کا اتحاد ہو سکتا ہے یا نہیں۔ تو میں اسے یہی کہوں گا کہ ایسا ہونا ممکن ہے۔ ہاں اسلام نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ اگر ساری دنیا میں ایک حکومت قائم نہ ہو سکے

تو تمام حکومتیں مل کر ایک ایسا نظام قائم کریں جو کہ اس کے قائم مقام ہو سکے۔ یورپ میں جب

لیگ آف نیشنز

کا تصور ہوا تو اسے یورپ نے اپنی بہت بڑی ایجاد سمجھا۔ لیکن وہ لیگ آف نیشنز کامیاب نہ ہو سکی کیونکہ اس میں بعض خامیاں تھیں۔ لیکن قرآن کریم نے جو

لیگ آف نیشنز

بیان کی ہے وہ ایسی مکمل اور ایسی مضبوط ہے کہ اس پر چلنے سے کوئی مشکل باقی نہیں رہتی۔ میں نے ۱۹۲۴ء میں جو مضمون ویمبلے کانفرنس لنڈن کے لئے تیار کیا تھا اس میں میں نے اس مضمون کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا تھا

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما فان بغت احدٰھما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٓء الی امر اللہ فان فاءت فاصلحوا بینھما بالعدل واقسطوا ان اللہ یحب المقسطین (حجرات ع ۱) یعنی اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کی آپس میں صلح کرا دو۔ یعنی دوسری قوموں کو چاہیئے کہ بیچ میں پڑ کر ان کو جنگ سے روکیں اور جو جنگ کا اصل باعث ہو اس کو مٹائیں اور ہر ایک کو اس کا حق دلائیں لیکن اگر صلح ہو جانے کے بعد ان میں سے ایک قوم دوسری قوم پر حملہ کر دے اور مشترکہ انجمن کا فیصلہ نہ مانے تو سب قومیں مل کر اس سے لڑیں۔ یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔ یعنی ظلم سے دست کش ہو جائے۔ پھر اگر وہ اللہ تعالےٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئے ...... تو ان قوموں میں صلح کرا دو۔ مگر انصاف اور عدل سے کام لو اور صلح کرتے وقت اپنے فوائد سامنے نہ رکھا کرو۔ اللہ تعالےٰ یقیناً انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے تمام

حکومتوں کا فرض

قرار دیا ہے کہ وہ لڑنے والی حکومتوں کی آپس میں صلح کرائیں اور جو حکومت بغاوت کرے سب حکومتیں مل کر اس کا مقابلہ کریں۔ یہاں تک کہ وہ ہتھیار رکھ دے۔ اور صلح کے لئے تیار ہو جائے۔ اور جب صلح کرائی جائے۔ تو عدل و انصاف سے کام لیا جائے۔ اور بندر بانٹ کی طرح تقسیم نہ کریں۔ کہتے ہیں دو بلیوں نے کسی گھر سے پنیر چرایا اور فیصلہ کیا کہ بلو بندر کے پاس چل کر اسے تقسیم کرائیں۔ وہ پنیر لے کر بندر کے پاس گئیں۔ بندر ترازو لے کر بیٹھ گیا۔

اور اس نے پنیر تقسیم کرنا شروع کیا۔ جس طرف کا پلڑا ذرا بھاری ہوتا اس طرف سے وہ اتنا زیادہ پنیر اٹھا لیتا۔ کہ دوسری طرف بھاری ہو جاتی۔ اور وہ پنیر خود کھا لیتا۔ پھر دوسری طرف سے ایک کافی حصہ اُٹھا لیتا اور کھا جاتا۔ اس طرح اس نے اکثر حصہ پنیر کا کھا لیا۔ اور جو تھوڑا سا باقی رہ گیا۔ اس کے متعلق کہنے لگا کہ یہ میرے تقسیم کرنے کی اُجرت ہے۔

یہی حال یورپ والوں کا ہے

جب وہ صلح کرانے لگتے ہیں تو اپنے مطالبات لے کر بیٹھ جاتے ہیں۔ کہ ہم نے تمہاری صلح کرائی ہے۔ اس کے عوض میں ہمیں اپنے ملک کا فلاں فلاں حصہ دے دو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ چیز آئندہ کے لئے زیادہ بغض اور حسد پیدا کرتی ہے۔ پس سارے جھگڑے پارٹی بازی کی وجہ سے ہیں۔ مختلف حکومتوں کو یہ یقین ہے کہ ان کی قومیں صرف اس خیال سے کہ وہ ان کی حکومتیں ہیں ان کا ساتھ دینے کو تیار ہیں۔ اس لئے وہ بے خوف ہو کر دوسری حکومتوں پر حملہ کر دیتی ہیں۔ اس وقت قومی تعصب اس قدر بڑھ گیا ہے کہ اپنی قوم کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ تو سب لوگ بلا غور کرنے کے ایک آواز پر جمع ہو جاتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ اگر ہماری حکومت کی غلطی ہے تو ہم اسے سمجھائیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ زیادتی کرنے والی حکومت کو اس کی زیادتی سے روکو۔ اور ان حکومتوں کی آپس میں صلح کرا دو۔ اور کوئی

نئی شرائط پیش نہ کرو

اور نہ ہی تم اپنے مطالبات منوانے کی کوشش کرو۔ لیکن موجودہ جنگ کا یہی حال دیکھ لو کہ حکومتیں طاقت کے زور پر اپنے حصے مانگ رہی ہیں اور چھوٹی چھوٹی حکومتوں کو دبانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس طریق کو اختیار کرنے سے کبھی امن قائم نہیں ہو سکتا۔ جیسی آزادی کی ضرورت روس کو ہے یا برطانیہ کو ہے یا جیسی آزادی کی ضرورت امریکہ کو ہے اسی طرح کی آزادی کی ضرورت چھوٹی حکومتوں کو بھی ہے۔ آزادی کے لحاظ سے یہ سب کے لئے ایک جیسا ہے۔ یہ نہیں کہ ان بڑی حکومتوں کے دماغ تو انسان کے دماغ ہیں۔ اور چھوٹی حکومتوں کے دماغ جانوروں کے دماغ ہیں۔ جیسے وہ انسان ہیں ویسے یہ بھی انسان ہیں اور آزادی کا جیسا احساس ان بڑی حکومتوں کو ہے ویسا ہی ان چھوٹی حکومتوں کو ہے کیا [illegible] کا ایک آدمی ویسے ہی احساسات

نہیں رکھتا۔ جیسے احساسات برطانیہ کا آدمی رکھتا ہے۔ جب احساسات ایک جیسے ہیں تو پھر بڑی حکومت کا

چھوٹی حکومت پر دباؤ

ڈالنا انصاف پر مبنی نہیں ہو سکتا۔ اگر ایک شخص چار فٹ کا ہو۔ اور دوسرا سات فٹ کا ہو۔ اور سات فٹ کا آدمی چار فٹ والے کو کہے کہ میرا حق ہے کہ میں تمہیں گالیاں دے لوں یا تمہارے منہ پر تھپڑ مار لوں۔ کیونکہ میں سات فٹ کا ہوں اور تم چار فٹ کے ہو۔ تو کیا کوئی حکومت اسے جائز سمجھے گی وہ کہے گی کہ جیسا دماغ سات فٹ والے کا ہے ویسا ہی دماغ چار فٹ والے کا ہے اور جو حقوق سات فٹ والے کے ہیں وہی حقوق چار فٹ والے کے ہیں۔ لیکن جب آزادی اور حریت کا سوال آتا ہے تو چھوٹے ملکوں اور بڑے ملکوں میں امتیاز کیا جاتا ہے اور چھوٹے ملکوں کے لئے حریت ضروری نہیں خیال کی جاتی۔ حالانکہ آزادی کی ضرورت جیسے بڑی حکومتوں کو ہے ویسی ہی ضرورت چھوٹی حکومتوں کو ہے۔

اسلام کہتا ہے کہ صلح کرتے وقت

کسی کی آزادی کو سلب نہ کرو

اور صلح کرانے کی وجہ سے کوئی مطالبہ پیش نہ کرو۔ کیونکہ تمہارا لڑائی میں شامل ہونا امن کو بحال کرنے کے لئے تھا۔ اس لئے تم کسی حکومت سے کوئی مطالبہ نہیں کر سکتے۔ فرض کرو ہالینڈ کو بچانے کے لئے امریکہ اور انگلستان کوشش کریں۔ تو کیا اس سے امریکہ اور انگلستان کا اپنا مفاد نہ ہوگا کیونکہ انگلستان اور امریکہ بھی اس کی لپیٹ سے بچ نہیں سکیں گے۔ اور جب بھی لڑائی ہوگی تو زیادہ نقصان انہی دو حکومتوں کو ہوگا جن کی آبادی زیادہ ہوگی۔ جن کے مقبوضات زیادہ ہوں گے۔ پس وہ اس لحاظ سے دوسروں سے زیادہ

امن کی محتاج

ہیں۔ اگر فساد ہوا اور لڑائی ہو تو ہالینڈ کی نسبت امریکہ کا زیادہ نقصان ہونے کا خدشہ ہے۔ کیونکہ امریکہ کی آبادی چودہ کروڑ کی ہے۔ اور ہالینڈ کی آبادی کل ۸۰ لاکھ کی ہے۔ اور اسی لاکھ کی نسبت چودہ کروڑ کی حفاظت اور امن زیادہ ضروری ہوتا ہے۔ اور اگر نقصان ہو تو چودہ کروڑ کا حصہ اسی لاکھ کی نسبت بہر حال زیادہ ہوگا۔ پس جس طرح چار کروڑ کی آبادی رکھنے والے ملک کو امن کی ضرورت ہے۔ جس طرح ۴۵ لاکھ آبادی رکھنے والے بلجیم کو امن کی ضرورت ہے۔ اسی طرح ان بڑی حکومتوں کو بھی امن کی ضرورت ہے۔ پس

اسلام کہتا ہے

کہ ان چار چیزوں کے بغیر امن نہیں ہو سکتا

اوّل۔ لیگ کے پاس فوجی طاقت ہو۔

دوم۔ عدل و انصاف کے ساتھ آپس میں صلح کرائی جائے۔

سوم۔ جو نہ مانے اس کے خلاف سارے مل کر لڑائی کریں۔

چہارم۔ اور جب صلح ہو جائے تو صلح کرانے والے ذاتی فائدہ نہ اٹھائیں

یہ چار اصول لیگ آف نیشنز کے قرآن کریم نے بیان فرمائے ہیں جب تک ان پر عمل نہیں ہوگا حقیقی امن پیدا نہیں ہو سکتا۔

پہلی لیگ آف نیشنز

بھی ناکام رہی۔ اور اب دوسری لیگ آف نیشنز بھی ناکام رہے گی۔ پس ضروری ہے کہ دنیا اسلام کے اصولوں کو اپنائے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرے۔ کیونکہ جب تک یہ پارٹی سسٹم جاری ہے۔ اور جب تک یہ امتیاز باقی ہے کہ یہ چھوٹی قوم ہے اور وہ بڑی قوم ہے۔ اور یہ کمزور حکومت ہے اور وہ مضبوط حکومت ہے۔ اس وقت تک

دنیا کے امن کے خواب

شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتے

پس ضروری ہے کہ اس امتیاز کو دلوں سے مٹایا جائے۔ جب تک یہ چیز باقی رہے گی۔ کہ یہ بڑی جان ہے اور یہ چھوٹی جان ہے۔ اس وقت تک دنیا امن و چین کا سانس نہیں لے سکتی۔ کشمیر ایجی ٹیشن کے موقع کا ایک عجیب لطیفہ مجھے یاد ہے۔ کشمیر ایجی ٹیشن کے موقع پر پرائم منسٹر لارڈ ہری کرشن مجھ سے ملنے کے لئے آئے۔ ان دنوں کوئی سپاہی مارا گیا تھا۔ اس کے بدلے میں حکومت نے چار آدمیوں کو پکڑ لیا۔ کشمیر کا ایک لیڈر مجھ سے ملنے کے لئے آیا۔ تو انہوں نے ذکر کیا کہ یہ

کتنا ظلم ہے

کہ ایک آدمی کے بدلے میں چار آدمی پکڑ لئے ہیں۔ میں نے ہری کرشن صاحب سے کہا یہ کیا ظلم ہے کہ آپ کا ایک سپاہی مارا گیا ہے اور آپ نے چار آدمیوں کو پکڑ لیا ہے سزا صرف اسی شخص کو ملنی چاہیئے۔ جس نے اسے قتل کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر کسی شخص کے قتل میں دس آدمی شریک ہوں تو دسوں ہی ذمہ دار ہوں گے۔ لیکن اس سپاہی کو ایک آدمی نے ہی مارا تھا میری بات سن کر وہ کہنے لگے۔ ایک کے بدلے میں ایک ہی مارا جائے

یہ کس طرح ہو سکتا ہے

اس طرح حکومت کی بے عزتی ہے گویا ان کے نزدیک سپاہی کی جان عام جانوں سے بہت بڑی تھی۔ پس لیگ آف نیشنز تبھی کامیاب ہو سکتی ہے جب وہ اسلام کے اصولوں کے مطابق بنائی جائے اور اسلام کے حکموں کے مطابق بنائی جائے اور اسلام کے حکموں کے مطابق کام کرے۔ لیگ آف نیشنز کے بعد اگر دنیا امن حاصل کرنا چاہے تو اسے مندرجہ ذیل چار چیزوں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اگر یہ چیزیں اکٹھی کر دی جائیں۔ تو وہ

دنیا میں ایک حکومت

کے قائمقام ہو سکتی ہیں۔

(۱) سکہ اور ایکسچینج

(۲) تجارتی تعلقات

(۳) بین الاقوامی فضا

(۴) ذرائع آمد و رفت۔ یعنی ہر انسان کو سفر کی سہولتیں میسر ہونی چاہئیں۔ تاکہ وہ آزادی سے ایک ملک سے دوسرے ملک میں جا سکے۔ یہ چیزیں لیگ آف نیشنز سے بھی زیادہ ضروری ہیں۔ کیونکہ لیگ آف نیشنز کی تو کبھی کبھی ضرورت پڑتی ہے لیکن سفر اور تجارتی تعلقات وغیرہ روزانہ کی چیزیں ہیں۔ اس وقت بعض ایسے ممالک بھی ہیں۔ جنہوں نے یہ قانون بنایا ہوا ہے کہ کوئی غیر ملکی شخص ہمارے ملک میں داخل نہیں ہو سکتا۔ مثلاً

روس اور بعض دوسرے ممالک

نے یہ پابندی لگائی ہوئی ہے۔ کہ کوئی غیر ملکی آدمی ہمارے ملک میں نہیں آ سکتا۔ ہم نے اپنے مبلغ کو وہاں بھیجنے کے لئے پاسپورٹ حاصل کرنے کی بہت کوشش کی۔ لیکن پاسپورٹ نہ دیا گیا۔ پس جب تک خیالات کا تبادلہ کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ اس وقت تک اتحاد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حکومتوں کے اتحاد کے لئے افراد کا اتحاد ضروری ہے۔ اور

افراد کا اتحاد

ہو نہیں سکتا۔ جب تک تبادلۂ خیالات نہ کریں۔ اس لئے تبادلۂ خیالات حکومتوں کے اتحاد کے لئے پہلا قدم ہے۔ پس ان چار چیزوں کو اگر مہیا کر دیا جائے تو امن قائم ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد اندرونِ ملک کے جھگڑوں کو دور کرنے کے لئے اسلام نے جو قواعد مقرر کئے ہیں۔ اب میں وہ بیان کرتا ہوں۔ چونکہ وقت بہت تھوڑا رہ گیا ہے اس لئے میں تفصیلات میں نہیں جا سکتا۔ صرف موٹے موٹے عنوانات پر ہی اکتفا کروں گا۔ پہلی چیز یہ ہے کہ نسلوں کا امتیاز مٹا دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

یا ایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکرٍ و انثیٰ و جعلنٰکم شعوبًا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم

(سورہ حجرات آیت ۱۴)

یعنی اے لوگو ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو کئی گروہوں اور قبائل میں تقسیم کر دیا ہے تاکہ یہ چیزیں تمہارے لئے آپس میں تعارف کا ذریعہ بنیں۔ مگر یہ بات یاد رکھو کہ تم میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک

زیادہ معزز وہی ہے

جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ یہ قومیں اور قبیلے اور خاندان تو تعارف اور پہچان کے لئے ہیں جس طرح پہچان کے لئے نام رکھے جاتے ہیں۔ مگر کبھی ناموں کی وجہ سے تم کبھی سمجھتے ہو کہ چونکہ اس کا نام عبداللہ ہے۔ اس لئے یہ چھوٹا ہے۔ اور اس کا نام عبدالرحمٰن ہے۔ اس لئے وہ بڑا ہے بلکہ یہ نام تو پہچاننے کے لئے ہیں۔ لیکن بعض لوگ اپنی بے وقوفی کی وجہ سے اپنے آپ کو دوسرے لوگوں سے معزز سمجھنا شروع کر دیتے ہیں جیسے مسلمانوں میں سید اور ہندوؤں میں برہمن عام طور پر اپنے آپ کو افضل سمجھتے ہیں۔

پس یہ

قوموں اور قبائل کی تقسیم

اپنے اندر کوئی بزرگی نہیں رکھتی بلکہ یہ تو تعارف کے لئے ہے۔ اگر سارے ہی عبدالرحمٰن نام کے ہوتے۔ اگر سارے ہی عبداللہ نام کے ہوتے یا سارے ہی چونی لال یا رام لال نام رکھتے تو پھر پہچان مشکل ہو جاتی۔ اس لئے یہ نام اور قبائل اور وطن وغیرہ ہمارے لئے تعارف میں

آسانی پیدا کرنے کا ذریعہ

ہیں۔ ورنہ اسلام کسی انسان کو دوسرے انسان پر محض قبیلہ یا خاندان یا وطن کی وجہ سے برتری نہیں دیتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا کہ عربی شخص کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں۔ اور نہ عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت حاصل ہے سب ہی اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں

دوسری بات یہ ہے

کہ دوستی یا عدم دوستی کے امتیاز کو اٹھا دیا جائے۔ دنیا میں یہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ لوگ اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں۔ اور جن لوگوں سے انہیں کوئی اختلاف ہو ان کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ طریق امن کو برباد کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تعاونوا علی البر ... الاثم والعدوان کہ ہم نیکی ... دوستی

منع نہیں کرتے تم دوستوں کی مدد بے شک کرو۔ مگر وہ نیکی اور تقویٰ کی حدود کے اندر ہو۔ جو حق اُسے پہنچتا ہے۔ وہی اُسے پہنچاؤ۔ یہ نہیں کہ چونکہ دوست ہے۔ اس لئے

گناہ اور سرکشی کی حالت

میں بھی اس کی مدد کرتے جاؤ۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ صحابہؓ سے فرمایا کہ انصر اخاك ظالمًا او مظلومًا کہ تو اپنے بھائی کی مدد کر خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ مظلوم کی مدد تو ہماری سمجھ میں آتی ہے۔ لیکن ظالم کی مدد کیسے کریں۔ آپ نے فرمایا۔ اس کو ظلم کرنے سے روکو۔ یہی اس کی مدد ہے۔ گویا اپنے بھائی کی مدد کرنا ہر حالت میں تمہارا فرض ہے۔ اگر وہ مظلوم ہے۔ تو ظالم کے پنجوں کو روکو۔ اور اگر وہ خود ظالم ہے تو اُسے ظلم کرنے سے روکو۔ پس جائز تعاون کے متعلق اسلام حکم دیتا ہے۔ لیکن ناجائز تعاون سے سختی سے روکتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ خوشی کے نشہ میں ہر ناجائز بات سر انجام نہ دو۔

تیسری بات یہ ہے کہ

مالداروں اور غیر مالداروں کے تفاوت

کو مٹانے کی کوشش کی جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ما افاء اللہ علیٰ رسولہ
من اھل القریٰ فللّٰہ
وللرسول ولذی القربیٰ
والیتامیٰ والمسٰکین
وابن السبیل کی لا یکون
دولۃً بین الاغنیاء
منکم۔

(سورۂ حشر آیت ۸)

یعنی بستیوں کے لوگوں کا جو مال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو عطا فرمایا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول اور قرابت داروں کا ہے۔ اسی طرح یتامیٰ اور مساکین اور مسافروں کا ہے اور ہم نے یہ قانون اس لئے بنایا ہے کہ یہ دولت تم میں سے امراء کے اندر ہی چکر نہ کاٹتی رہے بلکہ غرباء کی ضرورت کا بھی خیال رکھا جائے۔ ہاں اسلام یہ نہیں کہتا کہ مالداروں سے پورے طور پر دولت چھین لی جائے اور ہر رنگ میں مساوات قائم کر دی جائے۔ بلکہ وہ انفرادی آزادی کا حق بھی قائم رکھتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی وہ نظام حکومت کو توجہ دلاتا ہے کہ اپنے مالوں کو اس رنگ میں خرچ کرو۔ کہ اس کے ذریعہ غرباء کو ترقی حاصل ہو۔

چوتھی بات یہ ہے کہ

قومی جنبہ داری کی روح

کو دور کیا جائے دنیا میں اکثر لوگ ایسے ہیں۔ جو صرف اتنی بات دیکھتے ہیں کہ چونکہ ہماری قوم فلاں بات کہتی ہے اس لئے اس کی بات درست ہے اور اب ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی قوم کی ہر بات کی تائید کریں وہ یہ نہیں دیکھتے کہ قوم حق پر ہے یا ناحق پر۔ اور چونکہ قوم کو یہ توقع ہوتی ہے کہ افراد قوم ہر حالت میں ہمارا ساتھ دیں گے۔ اس لئے وہ جائز و ناجائز ہر قسم کے کام کو اپنے لئے مباح سمجھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

یا ایھا الذین اٰمنوا اذا
تناجیتم فلا تتناجوا
بالاثم والعدوان و
معصیۃ الرسول و
تناجوا بالبر والتقویٰ
واتقوا اللہ الذی الیہ
تحشرون۔

(سورۃ مجادلہ آیت ۱۰)

یعنی اے مومنو تم اہم امور میں مشورہ کرو۔ تو ہمیشہ اس اصل کو اپنے سامنے رکھو کہ ہم گناہ اور زیادتی اور اپنے رسول کی نافرمانی کسی صورت میں نہیں کریں گے۔ اور ایسے معاملات میں اپنی قوم سے علیحدہ ہو جائیں گے

پس اسلام اس قسم کے جتھے کو ناجائز قرار دیتا ہے۔ جس کے اندر گناہ اور زیادتی اور معصیت الرسول سے بچنے کی کوشش نہ کی جائے۔ ہاں اسلام یہ کہتا ہے۔

وتناجوا بالبر والتقویٰ

کہ ایسی کمیٹیاں بناؤ جو نیکی اور تقویٰ پر مبنی ہوں۔

واتقوا اللہ

اور اللہ تعالیٰ کا خوف اپنے دلوں میں پیدا کرو۔ اور اس کی حدود توڑنے سے پرہیز کرو۔ کیونکہ تمہاری یہ پارٹیاں اس دنیا میں ہی رہ جائیں گی۔ تم عارضی طور پر اس دار الامتحان میں آئے ہو۔ مگر تمہاری نجات اگلی دنیا سے وابستہ ہے۔ پس ایسے اعمال نہ کرو کہ تمہاری آئندہ زندگی خراب ہو جائے۔

یہ چار اصول ہیں

جو اسلام نے بیان کئے ہیں۔ اگر دنیا ان پر عمل کرے۔ تو موجودہ بے چینی اور بدامنی سے نجات پا سکتی ہے۔

(الفضل ۱۶-۱۸-۲۰ راپریل ۱۹۶۱ء)

تجھے اَے قادیاں اپنے تصور میں عیاں کرلوں

از حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل ربوہ

تجھے اَے قادیاں اپنے تصور میں عیاں کرلوں
اور اس کے بعد سینے میں نظر بد سے نہاں کرلوں

جو خدمت دینِ احمد کی نہ کی تھی عمرِ اوّل میں
وہ ربوہ ہی میں رہ کر میں بجائے قادیاں کرلوں

یقینًا یہ مری خوش قسمتی ہے اَے مرے ہمدم!
بقیّہ زندگی اپنی نثارِ دلستاں کرلوں

تہجد میں اگر قرآں کی قرأت ہو تدبّر سے
تبتّل سے زمینِ قلب کو میں آسماں کرلوں

میرا ملجا میرا مولیٰ میرا ماویٰ میرا مولا
وہی چھوٹے تو بتلائے کوئی مامن کہاں کرلوں

قلم سے سر قلم ہو سکتا ہے کفر و ضلالت کا
تو پھر کیوں کِس لئے میں قبضۂ سیف و سناں کرلوں

امیر المومنین محمود احمد مُصلحِ دوراں
میں حاصل معرفت کا ان سے گنجِ شائگاں کرلوں

بہار آئی ہے گیتی میں ہزارِ باغِ احمدؑ نے
یہ چاہا ہے کہ اکمل سوزِ دل اپنا بیاں کرلوں

منقولات

"پیغامِ حق پہنچانے کا یہ ولولہ"

محترم مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل کی ادارت میں ربوہ سے شائع ہونیوالے ماہنامہ "الفرقان" میں ایک اعلان شائع ہوا۔ اس سے متاثر ہو کر مولانا دریابادی صاحب نے اپنے ہفت روزہ "صدق جدید" مجریہ ۲۱ راپریل ۱۹۶۱ء میں جو نوٹ بعنوان

"۔ ۔ ۔ پختہ زناری بھی دیکھ"

شائع کیا وہ احباب کی دلچسپی کیلئے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:۔

"۔۔۔ پختہ زناری بھی دیکھ" ایکہزار لائبریریوں کے پتے مطلوب ہیں۔

اس جلی سرخی کے نیچے اعلان کسی جنتری کسی کیلنڈر کسی علمی رسالے یا کتابچے کا نہیں۔ بلکہ حسب ذیل نکل رہا ہے۔

"ہمیں پیغام حق پہنچانے کیلئے ایسی لائبریریوں کے پتے درکار ہیں جہاں اُردو رسالے یا پڑھے جاتے ہوں مشرقی و مغربی پاکستان کے علاوہ بھارت کی لائبریریوں کے پتے بھی بھجوائے جائیں احباب کرام فوری طور پر توجہ فرما کر اس عظیم ثواب میں شریک ہوں"۔

(۔۔۔ ایڈیٹر رسالہ ۔۔۔ ربوہ)

پیغام حق پہنچانے کا یہ ولولہ اب شاید ربوہ اور قادیاں ہی کیساتھ مخصوص رہ گیا ہے اور کیا ہندوستان کے دیوبند اور ندوہ اور کیا انکے مقابل کراچی، لاہور اور ڈھاکہ کے ادارے سب کے سب شاید خشک ہی ہو گئے ہیں۔

دیکھ مسجد میں شکستِ رشتۂ تسبیحِ شیخ
بتکدے میں برہمن کی پختہ زناری بھی دیکھ
منکروں کی مسلم آئینی کا نظارہ بھی کر
اور اپنے مسلموں کی مسلم آزاری بھی دیکھ

ہندوستان کے مسلمان کیا کریں؟

از مکرم چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی درویش قادیان

(۱)

"ہندوستان کے مسلمان کیا کریں"

یہ وقت کا ایک اہم سوال ہے جو ہندوستان کے ہر مسلمان کے دل سے اُٹھ رہا ہے۔ دل سے اٹھ ہی نہیں رہا۔ بلکہ دل کو خونچکاں بنا رہا ہے۔ آئے دن جب پردۂ غیب سے نئے نئے ظہور پذیر ہو کر ہندی مسلمان کے ملجا و ماویٰ کو گھیر لیتے ہیں تو وہ عالم حیرت و یاس میں گم ہو کر یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ کیا کرے اور کہاں جائے؟۔ "کیا کرے" کا راستہ اس لئے بند ہے کہ وہ مادی ذرائع و اسباب سے تہیدست ہے۔ اور تنزل و ادبار کا شکار ہے۔ اور کہاں جائے کا راستہ اس پر اس لئے بند ہے کہ اس کے لئے کوئی مفر نہیں۔ وہ اپنے ہی وطن میں رہتے ہوئے خود کو بے وطن سمجھتا ہے۔ اور اپنے وطن کے ہاتھوں ہی نالاں ہے وہ سوچتا ہے۔ کہ آخر میرا قصور کیا ہے، کیا مسلمان ہونا بھی کوئی جرم ہے؟ وہ سوچتا ہے کہ ہندوستانی دستور میں ہر مذہب کے لئے آزادیٔ خیالات و افکار بخشی گئی ہے۔ اور ہر اہلِ مذہب کو اس کے مذہب کے تحفظ کا یقین دلایا گیا ہے۔ کیا یہ حق صرف زینت دستور ہے۔؟ وہ سوچتا ہے کہ آخر ہر بار تعصب اسی کے نشیمن کا رُخ کیوں کرتی ہے؟ ہر زلزلے کے زد میں اسی کی عقیدہ ضعیف کیوں بن کر رہ گیا ہے؟ وہ اپنے دل میں اپنے ضمیر میں، اپنے خیالات کے گوشوں میں اپنے جرم کی تلاش کرتا ہے۔ اس جرم کی تلاش کرتا ہے جس کے صدور سے پہلے ہی وہ مستوجب سزا قرار پا گیا۔ لیکن جستجوئے بسیار کے باوجود اسے اپنا کوئی جرم نظر نہیں آتا جس کی پاداش میں اس پر عرصۂ حیات تنگ کیا جا رہا ہے

لیکن چونکہ وہ سزا بعد سزا پاتا ہے اس لئے وہ پھر سوچ میں ڈوب جاتا ہے وہ فکرِ تخیل میں نوحہ زن ہو کر سوچتا ہے کہ آخر کیوں؟ اس کا آشیانہ بجلیوں کی زد میں کیوں ہے کیا اس کی یہ مادرِ وطن ہندوستان کی یہ سرزمین کبھی اس کے لئے مقام امن قرار پائے گی۔؟ اس کا تخیل ماضی کی چودہ منزلوں پر پرواز بھرتی کرتا ہے۔ اور اپنے سوال کا جواب نفی میں پا کر حزن و ملال اور یاس و قنوط میں غرق ہو جاتا ہے۔ وہ دل ہی دل میں کہتا ہے۔ میرے اللہ! یہ ہندوستان کی سرزمین —؟ کیا یہ وہی سرزمین ہے جس پر گاندھی نے محبت اتحاد اور یگانگت کے ترانے گائے تھے۔ کیا یہ وہی سرزمین ہے جہاں کرشن جی کی بنسری نے ملک بھر کی گوپیوں کو سرمست کر دیا تھا۔ کیا وہ بنسری اپنے سارے پیار بھرے نغمے اپنے ساتھ ہی لیکر پیوند خاک ہو گئی؟

اسی قسم کے بیسیوں سوالات اس کے چھوٹے سے دل بھرے دماغ میں جنم لیتے اور آپس میں گڈمڈ ہو جاتے ہیں۔ لیکن کوئی نہیں جو اسکے سوالات کا جواب دے۔ کوئی نہیں جو اس کے ضمیر کو مطمئن کر دے۔ اور کوئی نہیں جو اس کے پرامن مستقبل کی گارنٹی اسے دے۔—

"کوئی نہیں؟" وہ اپنے آپ سے پوچھتا ہے۔ اس کی تند طبیعت اسے جواب دیتی ہے۔ "ہاں کوئی نہیں"۔ اور وہ پھر مایوسیوں کے سمندر میں ڈوب جاتا ہے۔ اور جب سر نکالتا ہے۔ زندگی آفات و بلیات نہر پہرے دار سلئے اس کے استقبال کو موجود ہوتی ہیں:

وہ پھر سوچتا ہے کہ آخر اس کا قصور کیا ہے جس کی پاداش میں وہ خود بھی اور اس کی اولاد بھی اور شاید اس کی آئندہ نسل بھی ایک مدت لامتناہی کے لئے ذہنی اور مادی عذاب میں مبتلا کر دی گئی ہے۔ اسے یاد آتا ہے کہ کچھ سال گزرے اسی بھارت ورش میں صفدر تن طلبی کی رسہ کشی ہوئی تھی۔ کچھ لوگ اس سرزمین میں آباد تھے۔ جو باہم اتحاد و یگانگت اور محبت و پریم کے ساتھ رہتے تھے برسوں سے اور صدیوں سے۔ ان میں کچھ غلط فہمیاں پیدا ہو گئیں۔ کچھ بدگمانیاں ہوئیں اور مسلمان کہلانے والوں میں سے بعض نے چاہا کہ ہم ایک ملک الگ بسائیں اسی طرح جس طرح جوان ہونے اور شادیاں ہو جانے کے بعد ایک باپ کی اولاد الگ الگ بسیرے بنا لیتی ہے اور اس طرح پاکستان وجود میں آیا تھا

لیکن وہ سوچتا ہے کہ میں نے تو پاکستان کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔ میں نے اپنی مادرِ وطن کے ذرہ ذرہ کے ساتھ ہر صورت میں جل کر رہنے کا عہد کیا تھا۔ اور اس عہد کو نبھاتا چلا آ رہا ہوں۔ متواتر چودہ سال سے چودہ سال کی طویل مدت۔ رام چندر جی کے بن باس کی مدت — ایک سزا ختم نہ ہوگی؟ کیا یہ امتحان اختتام پذیر نہ ہوگا؟ ایک ابتلا ہے کہ یہ بحر ناپید اکنار ہے؟—

وہ سوچتا ہے کہ امتحانی عرصہ تو ایک دو سال کا ہوتا ہے۔ بڑے سے بڑا کورس بھی دو چار سال کا ہوتا ہے لیکن اس نے تو چودہ سال کی طویل مدت اسی نئے بھارت میں گزاری ہے۔ اور اس کے آباؤ اجداد نسلاً بعد نسل اسی ملک میں آباد چلے آ رہے تھے۔ عزت و وقار کے ساتھ۔ اور اپنے ہمسایوں سے محبت و یگانگت کے ساتھ —! اسی بھارت ماتا کے سینے سے چمٹے ہوئے۔ لیکن آج میری ماں کی چھاتیوں میں سے دودھ کی بجائے زہر کیوں نکل رہا ہے —؟!

جب وہ یہ دیکھتا ہے۔ اور اخباروں میں پڑھتا ہے کہ تعصب کے پجاری اس پر یہ الزام عاید کرتے ہیں کہ وہ جس مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔ چونکہ اس مذہب کے پیروؤں نے پاکستان کا مطالبہ کیا تھا۔ لہٰذا اب اسے اس ملک میں رہنے کا کوئی حق حاصل نہیں رہا۔ تو وہ حیرت و استعجاب میں گم ہو جاتا ہے۔ یہ سوچ کر کہ اس کے جن ہم مذہبوں نے یہ جرم کیا تھا۔ وہ تو یہاں سے چلے بھی گئے۔ اور جو نہیں گئے اور متواتر چودہ سال سے مختلف قسم کی ذہنی و عصبی اذیتیں برداشت کرتے ہوئے یہاں مقیم ہیں۔ اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ وہ اسی سرزمین کو۔ اپنا وطن عزیز سمجھتے ہیں۔ تو اس کے دل میں درد اٹھتا ہے۔ وہ پھر اپنے خیالات کا موضوع یہی بناتا ہے کہ "ایسا کیوں ہے"؟

پھر وہ بعض ایسی باتیں بھی سوچنے لگ جاتا ہے۔ جو اسے سوچتے ہوئے دکھ پہنچتی ہیں۔ یعنی وہ سوچتا ہے کہ اگر اس کے لئے یہ ممکن ہو کہ بھارت کے مسلمانوں میں سے ایسے مسلمانوں کی جنہوں نے پارٹیشن سے پہلے مطالبہ پاکستان کا ساتھ دیا تھا نشاندہی کر سکے۔ اور ان سب کو جمع کر کے عصبیت اور تنگ نظری کے دیوتاؤں سے کہہ دیا جائے کہ اپنے ترکش ان پر خالی کر دو۔ انہیں تختۂ دار پر لٹکا دو۔ یا انہیں زندہ درگور کر دو۔ لیکن باقی کے مسلمانوں کو تو امن و چین سے رہنے دو۔ لیکن وہ اپنی غور و فکر کے انتہائی نقطے تک پہنچ کر بھی ایسی نشاندہی کرنے سے قاصر رہتا ہے۔

پھر جب اسے غدار کہا جاتا ہے۔ اپنے ہم وطنوں کی طرف سے دیا جاتا ہے تو اس کا سر جھکا جاتا ہے وہ سر بگریباں ہو کر اپنے دل میں اور اپنے نفس کے کونوں کھدروں میں تلاش کرتا ہے کہ کیا واقعی غداری کے جراثیم اس کے اندر موجود ہیں؟ کیا ہر مسلمان کا اسم ثانی غدار ہے۔ لیکن اس کی وہ کونسی حرکت ہے جس کو غداری کا نام دیا جا رہا ہے۔ اس کا وہ کونسا مذموم فعل ہے جس پر اسے اذیت ناک مطالبات سے پکارا جا رہا ہے۔ کیا ایک مسلمان بحیثیت مسلمان کے غدار ہوتا ہے۔ اگر یہ کلیہ درست ہے تو کیا مولانا ابو الکلام آزاد مرحوم اور رفیع احمد قدوائی مرحوم وزراء اعظم تھے۔؟ اگر وہ بھی غدار تھے تو بھارت کی کانگرس نے انہیں کلیدی آسامیوں پر کیوں مقرر کیا تھا؟ کیا بھارتی حکومت ان سے ڈرتی تھی۔ کیا اتنی بڑی بڑی تحریکیں غداروں سے واقعی ڈرتی ہیں؟ لیکن وہ سوچتا ہے نہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں تھا۔ اور یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے بھارت کی بنیادیں مستحکم کرنے میں ایک بہت بڑا اور اہم پارٹ ادا کیا تھا۔ لیکن وہ تھے تو مسلمان ہی۔ اور مہاسبھائی کلیہ یہی ہے کہ مسلمان غدار ہوتا ہے۔ کیا یہ کلیہ غلط ہو گیا تھا یا بھارت کی حکومت غلطی کرتی رہی۔ لیکن کیا مہاسبھائیوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ بے سوچے سمجھے ہر مسلمان کے ماتھے پر غدار کا لفظ لکھ دیں۔ کیا انہیں معلوم نہیں کہ پنڈت نہرو خود ان ہی کو غداری کا سرٹیفکیٹ عطا فرما چکے ہیں۔ مثلاً پنڈت نہرو گول میز کانفرنس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

> ہندو مہاسبھا کے نمائندوں نے اس کے جواب میں یہ مطالبہ کیا کہ ہندوستان کی آزادی اور بالخصوص پنجاب کی خود اختیاری پر سخت کی پابندیاں عائد کی جائیں یعنی ایسے تحفظات کئے جائیں جو برطانیہ کے حق میں مفید ہوں انہوں نے کوشش کی کہ برطانوی حکومت کے ساتھ تعاون کے لئے اپنی خدمات پیش کرنے میں مسلمانوں سے بھی آگے بڑھ جائیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہاتھ تو کچھ لگا نہیں۔ البتہ اپنے ہی مقصد کو نقصان پہنچایا۔ اور تحریک آزادی کے ساتھ غداری کی۔"
>
> (میری کہانی حصہ دوم ص ۳۲۴)

پنڈت جی نے اپنی کتاب "میری کہانی" میں ہندو مہاسبھا کی فرقہ پرستی اور تنگ ذہنیت کے بارے میں اتنا کچھ لکھا ہے اور واقعات کے رو سے لکھا ہے کہ کوئی شخص اس کی تردید کی جرأت نہیں کر سکتا لیکن جائے تعجب ہے کہ آج وہی لوگ محب وطن پرستی کے پیرو قرار پا رہے ہیں اور مسلمان بیچارے اہل وطن کے دوش بدوش وطن کے لئے ہر قسم کی قربانیاں دے کر بھی غدار کہلا رہے ہیں۔

اسی لئے ایک مسلمان یہ سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ آخر ایسا کیوں ہے؟ کیا لال قلعہ دہلی کی یہی شہادت ہے کہ وہ غدار ہے۔ کیا احمد نگر کے قلعہ سے یہی آواز آرہی ہے؟ کیا دکن کے در و دیوار یہی پکار رہے ہیں؟ کیا جلیانوالہ باغ اسی پر صاد کرتا ہے؟ کیا ٹیپو سلطان کی عظیم الشان قربانیوں کی یہی صدا بازگشت ہے۔ کیا ہند کی یہ زمین اسی طرح اس پر تنگ کی جاتی رہے گی۔ کیا مہاسبھائی اور جن سنگھی ذہنیت اسی طرح دندناتی رہے گی۔ اور وطن عزیز کو بدنام کرتی رہے گی۔ کیا بھارت کی سیکولر حکومت اسی طرح تنگ نظر فرقہ پرستوں کے چیلنج کو قبول کرتی رہے گی۔ اور کیا وہ آئندہ بھی اسی طرح ہمدردی کا پیغام لے کر مسلمانوں کی قبروں پر ہی پہنچا کرے گی۔ اور ان کے آنسو پونچھنے کے لئے تحقیقاتی کمیشن کا رومال مہیا کیا کرے گی۔ کیا حکومت کے پاس ایسے مفسدہ پردازوں کے فتنوں کا سر کچلنے کے لئے کوئی طاقت نہیں ہے۔ اگر ہے تو آئے دن مسلم علاقوں میں سے نیا جبلپور کیوں بنتا ہے۔ کیا ایسی خبریں پنڈت نہرو جیسے عظیم الشان اور غیر فرقہ پرست لیڈر کے کانوں تک نہیں پہنچتیں۔ ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا حادثہ منصۂ شہود پر آتا ہے۔ اور چودہ سال سے یہ تماشا جاری ہے ع

عذرائے چہرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

اسی لئے ایک مسلمان آج اہنسا کے فلسفے پر بہت غور کرتا ہے۔ اور وہ اس کے معانی ہندو مہاسبھا اور جن سنگھ کی لغت میں سے تلاش کرتا ہے۔ جہاں یہ معنی لکھے ہوئے ہیں

اہنسا۔ عدم تشدد۔ لیکن مسلمانوں
کا قتل عام شبدھا سورگ
میں پہنچاتا ہے بلکہ جو شخص مسلمانوں
کی ہمدردی کا دعوٰے کرے
اس کے لئے گوڈسے کو تیار
کیا جائے۔

اور وہ دل میں سوچتا ہے بیچارے گاندھی جی! مسلمانوں کی ہمدردی کرتے کرتے تعصب کی قربان گاہ میں بھینٹ چڑھ گئے اور پھر وہ سوچتا ہے کہ کیا ہندو کو بھی یہی خوف دامنگیر ہے کہ گوڈسے ابھی تک زندہ ہے کہ بھارت کے چوٹی کے لیڈر ان تماشوں کو روکنے کی ٹھوس کارروائی نہیں کرتے۔ وہ کس کے سامنے فریاد کرے۔ وہ کس کے سامنے روئے اور کس کے سامنے اپنی حکایت خونچکاں بیان کرے جو اس کے دکھ درد کا مداوا کر سکے۔ اس کے ذہن میں بعض نام ابھرتے ہیں۔ ہندو و مسلمان لیڈروں کے نام! فلاں کو توجہ دلاؤں۔ فلاں کی ہمدردی کے تاروں کو ہلاؤں۔ فلاں کے مضراب انسانیت کو چھیڑوں۔ فلاں کے جذبہ خلوص کو جگاؤں۔ کتنی تمام کتنی ہستیاں اور کتنی بڑی بڑی شخصیتیں اس کے سامنے آتی ہیں۔ لیکن وہ سوچتا ہے کہ میں اپنی کمزور ٹانگوں کے ساتھ اتنی بلند سیڑھیوں کو کس طرح طے کروں گا۔ ان اونچے ایوانوں تک رسائی کیونکر ممکن ہے۔ مجھ طوطی کی آواز اس نقار خانے میں کس طرح گونج پیدا کرے گی۔ وہ امید و بیم کے دوراہے پر کھڑا ہوتا ہے۔ امید کی نبضیں ڈوبنے لگتی ہیں۔ اور یاسیت اور قنوطیت اس کے استقبال کے لئے بڑھتی ہیں۔ اور وہ بے بس۔ نیم جان اور نڈھال ہو کر ایک کیفیت خود سپردگی کے ساتھ اپنے ذہبیے ہارو ان کو قبول کر لیتا ہے۔ اور کسی آنے والے اسی قسم کے حادثے کا انتظار کرنے لگتا ہے۔

اسی عالم انتظار میں وہ اپنے ذہن کے صفحہ پر ایک مناجات بھارت کے تمام مسلمانوں کی طرف سے مرتب کرتا ہے:۔

اے ہمارے رحیم و کریم خدا۔
اے سمیع و بصیر ہستی! تو دیکھ
رہا ہے کہ اس وقت بھارت
کی سب سے بڑی اقلیت کس
حال میں ہے۔ کیا تجھے بھارت
کے یہ ساڑھے چار کروڑ مظلوم
نظر آتے ہیں جو محض تیرا نام
لینے کی وجہ سے مستوجب سزا
قرار پا رہے ہیں۔ ہم افلاس و
تنگدستی نحبت و ادبار کے
شکار ہیں۔ اور بھارت ورش کی
سرزمین پر ہماری زیست کا
آشیانہ منصب سے کمزور ٹہنی
پر ہے۔ مذہبی تعصب کے
ناگ ہماری بیخ پر قابض ہو چکے
ہیں۔ ہندوستان کے طول و
عرض پر ہمارے لئے کوئی جائے
پناہ نہیں۔ تو جانتا ہے کہ ہم
بے قصور ہیں۔ پاکستان مانگنے
والوں نے پاکستان بنا لیا۔ اور
وہ یہاں سے کب کے جا بھی
چکے۔ لیکن ان کے قصور کا بدلہ
ہم سے لیا جا رہا ہے۔ ترقی اور
زندگی کی تمام راہیں ہم پر مسدود
ہو چکی ہیں۔ چونکہ ہم بہت بڑی
اقلیت ہیں۔ اس لئے جب
ووٹوں کا موسم آتا ہے تو ہمارے
لیڈر بڑے بڑے رنگین اور
خوشبو میں بسے ہوئے رومال
لے کر ہمارے آنسو پونچھنے
کے لئے آ موجود ہوتے ہیں
اور ہمیں یقین دلاتے ہیں کہ
آئندہ جو تمہاری طرف ٹیڑھی
آنکھ سے دیکھے گا اس کی آنکھ
نکال دی جائے گی۔ اور تمہارے
ہر قسم کے حقوق کا خیال رکھا
جائے گا۔ لیکن جب یہ سیزن
ختم ہو جاتا ہے تو یہ لوگ آنکھ
بھی نہیں ملاتے۔ آپا کانگریس
بھی ہمارا بڑا خیال رکھتی ہے
لیکن صرف زبانی جمع خرچ ہی ہوتی
ہے۔ لیکن جب ووٹ اس کے
بکس میں پڑ چکے ہیں۔ تو پھر وہ
بھی آنکھ نہیں ملاتی۔ ہمارے
مسلمان لیڈر اور وزیر تو بڑی
مشکل سے اپنی گدیاں سنبھالتے
ہیں۔ انہیں اپنی مسلمانی سے زیادہ
اپنی گدیاں عزیز ہیں بلکہ . . .
. . . .
. . . . . اے اللہ رحم کر!

لیکن اس کی دعائیں بپایۂ قبولیت کوئی جگہ نہیں پاتیں۔ اس کی مناجاتوں کے لئے باب اجابت بند ہے۔ اور وہ آسمان و زمین کے اس دو طرفہ قہر کا سبب دریافت کرنے سے معذور ہے۔ وہ اپنے تمام آلام و مصائب کو خارجی قرار دیتا ہے اور اس حقیقت کو نظر انداز کر دیتا ہے کہ

"مقتول اپنے قتل میں برابر کا شریک ہوتا ہے"

(۲)

بھارتی مسلمان اپنے اُلجھے ہوئے خیالات کی انہی بھول بھلیوں میں غلطاں و پیچاں تھا۔ اور وہ اپنے شجر امید پر چھائی ہوئی زرد اور بہار رنگ کی آکاس بیل کی جڑ تلاش کر رہا تھا کہ میری اس سے ملاقات ہو گئی۔ میں نے اس سے سنا جو کچھ کہ وہ سوچ رہا تھا۔ اور میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس کی روداد الم کا اکثر حصہ بے ربط اور مبہم تصورات کے گنجلوں سے عبارت ہے۔ اور وہ زیادہ سے زیادہ ایک ایسے امروز کی تلاش میں ہے جس کا کوئی فردا نہ ہو۔ وہ اس بزم گاہ زیست میں ایک بے عمل زندگی گزارنا چاہتا ہے۔ اور وہ چاہتا ہے کہ نتائج پہلے پیدا ہو جائیں اور سعی و عمل کا سلسلہ بعد میں شروع ہو۔ بلکہ کبھی شروع ہی نہ ہو۔ وہ فصل کاٹنا چاہتا ہے۔ لیکن بیج بونے سے گریز کرتا ہے اور وہ سربلندی کی تلاش میں گہرے تاریک غاروں میں اترتا چلا جا رہا ہے۔

میں نے کہا کیا تمہیں معلوم ہے کہ آج سے چودہ سو سال قبل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد مدینہ میں ایک مرتبہ مردم شماری کروائی تھی اس وقت مسلمان صرف مدینہ ہی میں تھے اور اسلام باہر نہ پھیلا تھا۔ مردم شماری سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی تعداد سات سو کے قریب ہے۔ اس سات سو کی تعداد میں بچے بھی تھے۔ عورتیں بھی تھیں اور بوڑھے بھی تھے۔ اور اس زمانہ میں دنیا کی آبادی پندرہ بیس کروڑ تھی مدینہ اس وقت چاروں طرف سے دشمنان اسلام کی نظروں میں کھٹک رہا تھا۔ اور آئے دن دشمن کے حملوں کا خطرہ رہتا تھا۔ لیکن جب اسلام کے شیدائیوں کو معلوم ہوا کہ وہ تعداد میں سات سو ہو گئے ہیں۔ تو انہوں نے انتہائی مسرت و بہجت کے ساتھ اور ایک فخریہ لہجہ میں کہا۔ یا رسول اللہ! اب تو ہم سات سو ہو گئے ہیں۔ اب دنیا کی کوئی طاقت ہمیں مٹا نہیں سکتی! ایمان واثق تھا یہ وہ مقام تھا جو سات سو کو پندرہ کروڑ پر بھاری کر رہا تھا یہ اس لئے تھا کہ اس زمانہ کے مسلمان خدا تعالےٰ کی نصرت پر یقین رکھتے تھے وہ اس بات پر ایمان رکھتے تھے کہ وہ حق و راستی کے صراط مستقیم پر گامزن ہو کر اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ ان کے سر الم میں بلندی تھی۔ اور سروں میں سودائے سرفرازی تھا۔ اس کی رہبری تو کرتا تھا مگر حق و صداقت کا بول بالا اور اتحاد کا علمبردار تھا۔ وہ سات سو تھا مگر ایک تھا اور وہ ایک تھا مگر سات سو تھا۔ وہ خدا کے فضل کو سجدہ گاہ سے اپنی جبین نیاز کے ساتھ تراش کرتا تھا۔ وہ خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرتا تھا۔ اس کا ثبوت؟ ثبوت وہی ہے جو میں ابھی تمہیں بتا چکا ہوں۔ یعنی مدینہ کی حالت اس وقت ایک بحر بیکراں میں لکڑی کے ایک چھوٹے سے تختے کی سی تھی۔ جو طغیانی میں موجوں کے تھپیڑے کھاتا بہتا چلا جا رہا ہو۔ خود مدینہ کے اندر بھی مخالفین موجود تھے باہر تو چاروں طرف تا حد افق مخالفتوں کے طوفان بپھرے ہوئے تھے۔ لیکن مدینہ کا مسلمان کہہ رہا تھا کہ

اب ہم سات سو ہو گئے ہیں اب
دنیا کی کوئی طاقت ہمیں مٹا
نہیں سکتی۔

اور تم! تم بھارت میں پانچ کروڑ ہو یعنی بھارت کی کل آبادی کا آٹھواں حصہ آٹھ میں سے ایک — لیکن تم مایوسیوں کی اتھاہ گہرائیوں میں غرق ہو۔ کیا تم نے کبھی اپنے اندر جھانک کر دیکھا ہے کہ تمہاری اس موجودہ پستی کا سبب کیا ہے۔ اگر تم بُرا نہ مناؤ تو میں تمہیں بتاؤں تمہارا ایمان ثریا پر چلا گیا ہے —! ہاں خدا کی قسم تمہارا ایمان ثریا پر چلا گیا ہے تم اپنے آپ کو صرف اس لئے مسلمان کہتے ہو کہ تم مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوئے تھے۔ خدا اور رسول کا نام صرف تمہاری نوکِ زبان پر رہتا ہے حلقوم سے نیچے نہیں اترتا۔

درخواست دعا۔ برادران قادیان بدر سے دلی التجا ہے کہ از راہ کرم بندہ کی سب دلی مرادیں اور دعائیں قبول ہونے اور مردم میں مسجد احمدیہ اور جماعت قائم ہونے اور میری اولاد کے نیک خادم دین ہونے کے لئے دعا فرمائیں۔ خاکسار محمد ابراہیم خلیل انسپکٹر وقف جدید ربوہ سابق مبلغ افریقہ از [illegible]

تمہارا دل، جس میں صرف خدا کا بسیرا ہونا چاہیئے تھا اتنے بتوں کی آماجگاہ ہے کہ آذری بھی تمہاری صنم تراشی پہ شرمسار ہے تم اپنے گرد و پیش کو، چھوٹے بڑے افسروں کو، امیروں اور وزیروں کو بلکہ اپنی ضروریات تک کو خدا سمجھتے ہو اور پھر بھی اپنے آپ کو موحد کہتے ہو۔ تم نے آہ سحرگاہی کو کھو دیا کہ وہی روح عبادت تھی۔ خدا تعالیٰ کا فیصلہ تو یہ تھا کہ

وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین

لیکن تم مومن کہلا کر اسفل کیوں بن گئے۔ قرآن غلط نہیں ہو سکتا تم خود گم کردہ راہ ہو۔

میں نے دیکھا کہ میری باتیں سن کر بھارتی مسلمان کی جبیں شکن آلود ہو گئی ہے۔ لیکن میں اس کی پرواہ کئے بغیر کہتا چلا گیا۔ کیا تم قرآن کو جھٹلانے کی جرأت کر سکتے ہو۔ قرآن فرماتا ہے کہ "تم ہی سربلند ہو بشرطیکہ تم مومن ہو"۔ لیکن تم چونکہ سربلند نہیں اس لئے یقیناً تمہارا مومن ہونا محل نظر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تم بے بسی کے عالم میں سوچتے ہو کہ بھارت کے مسلمان کیا کریں تم جب کہتے ہو کہ کیا کریں تو اس میں تمہاری بے مدد می اور عملی انحطاط کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ "کیا کریں" کے پردے میں تم کہہ رہے ہوتے ہو کہ "اب ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے"۔ اس کا رد عمل وہی ہوتا ہے جو ہونا چاہیئے۔ یعنی تمہارے بعض ہمسائے جو تمہیں مٹا ہوا دیکھنے کے خواہشمند ہیں وہ بھی یہی عنوان قائم کر کے کہ "بھارت کے مسلمان کیا کریں" تمہیں مشورے دیتے ہیں کہ تم یا تو "شدھ" ہو کر بھارت کی اکثریت کا مذہب اختیار کر لو۔ یا پھر بھارت کی پسماندہ اور اچھوت جاتیوں میں شامل ہو جاؤ۔ انہیں یہ جرأت اسی لئے ہوتی ہے کہ تم مومن نہیں رہے۔ شاید تمہیں میری بات کا غصہ آئے۔ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کو تو تم ہندوستانی مسلمانوں کا بہت بڑا لیڈر اور ہمدرد خیال کرتے رہے ہو جانتے ہو مولانا نے تمہارے متعلق کیا کہا تھا۔

"بدبختی یہ ہے کہ ہمارے اعمال کی صورتیں مسخ نہیں ہوئی ہیں مگر حقیقت غارت ہو گئی ہے قومی تنزل کے معنے یہی ہیں کہ تمام قومی و دینی اشغال بظاہر قائم رہتے ہیں۔ لیکن ان کی روح مفقود ہو جاتی ہے۔ یہ نہیں کہ ہماری مسجدیں اُجڑ گئی ہوں جھاڑ اور فانوس ہیں جن سے مسجدیں بقعۂ نور بنائی جاتی ہیں۔ مگر رونا یہ ہے کہ دل اُجڑ گئے ہیں اور یہ وہ بستی ہے کہ جب ویران ہو جائے تو پھر آباد نہیں ہوتی"

(دیکھو الہ آثار ابوالکلام آزاد شائع کردہ)

اور یہی حقیقت ہے کہ تمہارے دل کی بستی ویران ہو چکی ہے۔ اسلام کا ایک خول تمہارے ہاتھ میں رہ گیا ہے۔ اور مغز تم نے نکال کر باہر پھینک دیا ہے۔ اور یہی مطلب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کا کہ لا یبقیٰ من القرآن الا رسمہٗ۔ حالانکہ قرآن کریم نے تمہارے لئے جو لائحہ عمل مرتب کیا تھا وہ یکسر حرکت و عمل تھا۔ قرآن کریم میں شہد کی مکھیوں کی مثال دی گئی ہے کہ کس طرح وہ باہمی اتحاد و اتفاق کے ساتھ اپنی ایک ملکہ کے گرد جمع رہ کر شہد تیار کرتی ہیں اور شہد کے متعلق جو یہ کہا گیا ہے کہ "فیہ شفاء للناس" اس کے ظاہری معنوں کے ساتھ ایک باطنی معنی بھی ہیں اور وہ یہ کہ تم شہد کی مکھیوں کے اتحاد اور عمل متواتر سے سبق حاصل کرو۔ اور ایک ہاتھ پر جمع ہو کر اپنی جدوجہد جاری رکھو۔ پھر دیکھو کہ نتیجہ شہد کی صورت میں سامنے آتا ہے یا نہیں۔ اسی طرح قرآن کریم نے ایک ننھے اور حقیر سے جانور چیونٹی کی مثال دی ہے کہ وہ کس طرح قطار اندر قطار اپنی روزی کی تلاش میں نکلتی ہیں۔ اور کس طرح اپنے سے کئی گنا بڑے ذخیرے جمع کر لیتی ہیں۔ تم یقیناً شہد کی مکھی سے زیادہ طاقتور ہو۔ تم یقیناً ایک چیونٹی سے بہت زیادہ مضبوط ہو۔ لیکن افسوس کہ تم نے قرآن کریم کی روح کو بھلا دیا۔ اور اس عظیم المرتبت آسمانی کتاب کو نعوذ باللہ الف لیلے کا درجہ دیدیا۔ آج تم بھارت میں پانچ کروڑ ہو۔ یعنی پانچ سو لاکھ لیکن تم میں سے ہر شخص ایک دانہ ہے اس تسبیح کا دھاگا ٹوٹ چکا ہے۔ اور تم تسبیح کے منتشر دانوں کی طرح سارے بھارت میں بکھر گئے ہو۔ اگر تم ایک دھاگے میں پرو دیئے جاؤ۔ تو تم ایک بہت بڑی طاقت بن سکتے ہو۔ ایسی طاقت جو نہ صرف بھارت میں اپنے وجود کو منوا لے بلکہ وہ بین الاقوامی میدان میں بھی ایک نمایاں مقام پر کھڑی نظر آئے۔

بھارتی مسلمان نے سر اُٹھا کر میری طرف دیکھا۔ اس کی نگاہوں میں ایک چمک بھی تھی۔ اور استفسار بھی۔ گویا وہ مجھ سے پوچھنا چاہتا تھا کہ کیا واقعی ایسا ہو سکتا ہے۔ میں نے اس کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے استفسار کو پڑھا۔ اور میں نے کہا۔ ہاں واقعی! میں نے نحل اور نمل کی جو مثالیں دی ہیں ان میں بہت بڑا سبق ہے۔ اور یہی کیا۔ قرآن کریم تو سارے کا سارا ہی لائحہ عمل کے درس سے بھرا پڑا ہے۔ وہ انفرادی وجود کو تسلیم ہی نہیں کرتا۔ بلکہ وہ اجتماعیت کا درس دیتا ہے نماز روزہ حج زکوٰۃ یہ سب اجتماعیت کے فلسفہ کی مختلف صورتیں ہیں۔ اور ایک ہاتھ پر جمع ہونے کے سبق ہیں تمہیں دن میں پانچ بار ایک ہاتھ پر جمع ہونے کا سبق دیا گیا۔ لیکن تم عمریں گذار دیتے ہو اور ایک ہاتھ پہ جمع ہونا نہیں سیکھتے تمہیں روزے کا حکم دیا گیا کہ تم اجتماعی طور پر اپنے اندر قوت برداشت پیدا کرو اور اپنی قوم کے دکھ درد کو سمجھنے کی اہلیت پیدا کرو۔ لیکن تم نے صرف منہ باندھ لینے کو روزہ سمجھ لیا۔ تمہیں حج کا حکم دیا گیا تا کہ تم ایک عظیم الشان اجتماع میں شریک ہو کر اللہ تعالیٰ کے اس فضل کا اندازہ کر سکو کہ مدینہ کے وہ سات سو مسلمان آج ساری دنیا میں پچاس کروڑ ہو گئے ہیں۔ لیکن تم نے حاجی بن کر صرف حاجی کہلوانا کافی سمجھا۔ اور تمہیں زکوٰۃ کا حکم دیا گیا تا کہ تم اپنی قوم کے گرتے ہوؤں کو سنبھال سکو۔ اور اپنا ایک مضبوط قومی فنڈ تیار کرو۔ خدا را غور کرو۔ کیا تم نے عبادات کی روح کو کبھی سمجھا ہے! کبھی سمجھنے کی کوشش کی ہے؟ میرے بھائی! تم نے جب اجتماعیت کی اس روح کو بھلا دیا تو تمہارے بزرگوں نے تسبیح ایجاد کی۔ تا کہ تم اجتماعیت کے فلسفے پر غور کرو۔ اور اسے ہر وقت ہاتھ میں رکھ کر ایک میں سو۔ اور سو میں ایک ایک گنا کرو لیکن تم نے اس سے صرف "یا مقلب القلوب" اور "یا محول الاحوال" کا ورد کرنے کا کام لیا۔ اب تم ہی بتاؤ کہ نہ تو تم قرآن کریم پر غور کرو۔ نہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر فکر کرو۔ اور نہ تم اپنے بزرگوں کے اشاروں کو سمجھو تو تمہارا کیا علاج ہے؟ تمہارا کیا انجام ہے؟ کیا یہی وہ انجام نہیں جو تمہاری بے عملی کا ہونا چاہیئے تھا۔؟

میں نے جب اس کی خوابیدہ فکر اجتماعیت کی رگِ جاں پر زور سے چٹکی لی۔ تو بھارتی مسلمان چونکا۔ اس نے کہا تم ٹھیک کہتے ہو۔ لیکن تم شاید نہیں جانتے کہ ہمیں کیا مسائل درپیش ہیں۔ مجھے اس سے خوشی ہوئی کہ اب وہ کم از کم میری بات پر کان دھرنے کو آمادہ تھا۔ میں نے اس کے مسائل جاننے میں دلچسپی لی۔ اس نے ایک سرد آہ کھینچی اور کہا ہمارے ابنائے وطن آئے دن اسلام پر حملے کرتے ہیں۔ اور ہمارے محبوب و مقدس آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں نے کہا قبل اس کے کہ تم دوسرا مسئلہ بیان کرو۔ مجھے اس کے متعلق کچھ کہہ لینے دو۔ تمہیں یہ شکوہ ہے کہ تمہارے پڑوسی اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرتے ہیں۔ لیکن کیا تم نے کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ اس کا باعث تم خود ہو۔ وہ لوگ گستاخی نہیں کرتے بلکہ تم خود انہیں ترغیب دیتے ہو کہ وہ ایسا کریں۔ قرآن کریم نے تمہیں ایک عظیم الشان گر بتایا تھا۔ اپنی آنحضرت صلعم کی اور اسلام کی عزت کو قائم کروانے اور تسلیم کروانے کا۔ لیکن تم نے اس پر عمل نہ کیا۔ قرآن فرماتا ہے۔ ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدواً بغیر علم

اگر تم اس فلسفہ کو سمجھ جاتے تو تمہارے دل پر یہ چرکے نہ لگتے۔ لیکن تمہاری اپنی حالت تو یہ ہے کہ تم جب حضرت رام چندر جی اور حضرت کرشن جی کے نام سنتے ہو تو تمہارے ماتھے پر بل پڑ جاتے ہیں۔ لیکن ان کے نام لیواؤں سے تم یہ توقع رکھتے ہو کہ وہ آنحضرت صلعم کی عزت و تکریم کریں۔ تم دوسرے کے باپ کو قابل عزت نہ سمجھ کر یہ چاہتے ہو کہ وہ تمہارے باپ کے قدموں میں سر رکھے قرآن کہتا ہے وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ یعنی کوئی امت ایسی نہیں گذری جس میں خدا کے نبی اور اوتار نہ آئے ہوں۔ اس آسمانی شہادت کو تم قبول نہیں کرتے۔ اور جب حضرت کرشن کے ماننے والے اور ان کے نام کو آنکھوں سے لگانے والے ہمارے ہی ہم وطن کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں جو سینکڑوں ہزاروں سال سے ان کی عزت و احترام کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اور روایتاً تم پڑھتے ہو کہ دنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی ہو چکا ہے۔ تو تم کرشن جی کا استہزاء کیوں کرتے ہو۔ اور انہیں نبی تسلیم کرنے میں تمہیں کیا عذر ہے؟ تم یہ تو کہہ سکتے ہو کہ ان کے ماننے والے مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ ان کی تعلیمات کو بھلا بیٹھے ہیں لیکن تم یہ کہنے کا حق نہیں رکھتے کہ کرشن جی خدا کے اوتار نہ تھے۔ اگر تم اس صداقت کو تسلیم کر لو تو اس سارے فساد کی جڑ ہی ختم ہو جائے گی۔ تم حضرت موسیٰ کی صداقت کے قائل ہو۔ درانحالیکہ یہود جادۂ حق سے دور جا پڑے ہیں۔ تم حضرت عیسیٰ کو راستباز یقین کرتے ہو۔ باوجود اس کے کہ تم عیسائیوں کو گم کردہ راہ سمجھتے ہو۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ تم حضرت کرشن جی کی صداقت کو تسلیم نہ کرو۔ یہ ایک انسانی فطرت ہے کہ ایک بڑے سے بڑے باپ کا بیٹا جب کسی دوسرے کے باپ کو گالی دے تو وہ اس کا جواب گالی ہی میں دیتا ہے۔ اور اسی انسانی فطرت کو ولا تسبوا الذین ۔ ۔ ۔ ۔ میں واضح کیا گیا ہے۔ تم آج سے عہد کر لو کہ تم ہندوؤں کے اوتاروں کی تعظیم کرو گے تو کوئی بڑا ہی کمینہ ہندو ہو گا جو آنحضرت صلعم کی شان میں گستاخی کریگا۔ تم نے یہ

یہ خیال کرو کہ یہ اس وقت کے تقاضا کے مطابق یہ بات اپنے پاس سے گھڑ لی ہے نہیں یہ تو ایک قرآنی صداقت ہے غور سے سنو۔ اس زمانہ کا مامور اس بارہ میں کیا فرما گیا ہے اور آج سے ٹھیک ترسیٹھ سال قبل فرما گیا ہے:-

" اور ہم لوگ دوسری قوموں
کے نبیوں کی نسبت ہرگز
بدزبانی نہیں کرتے۔ بلکہ
ہم یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔
کہ جس قدر دنیا میں مختلف
قوموں کے لئے نبی آتے
ہیں۔ اور کروڑہا لوگوں نے
ان کو مان لیا ہے۔ اور دنیا
کے کسی ایک حصہ میں ان کی محبت
اور عظمت جاگزیں ہو گئی ہے
اور ایک زمانہ دراز اس محبت اور
اعتقاد پر گذر گیا ہے تو بس یہی ایک
دلیل ان کی سچائی کیلئے کافی ہے؟"

پس یہ وقت کا تقاضا نہیں ہے۔ بلکہ آسمانی صداقت ہے جس سے تم نے اگر روگردانی کی تو اور بھی دکھ اٹھاؤ گے جسمانی بھی اور روحانی بھی -!

اور یہ جو تم نے کہا ہے کہ ہمارے برادران وطن اسلام کا تمسخر اڑاتے ہیں۔ اس میں بھی تمہیں دھوکا ہوا ہے۔ وہ "اسلام" کا تمسخر نہیں اڑاتے بلکہ "تمہارے اسلام" کا تمسخر اڑاتے ہیں۔ اس اسلام کا جس کی شکل و صورت تمہارے اعمال نے یا تمہاری بداعمالیوں نے یا تمہاری بے عملی نے بگاڑ کر رکھ دی ہے۔ اس اسلام کا جسے تم ...... خود ہی کے خانہ میں لکھواتے ہو۔ ورنہ جو اسلام قرآن میں ہے اس کی حقیقت کو تو آج غیر شعوری طور پر سارا بھارت اپنانے پر مجبور ہو رہا ہے۔ اور مستقبل میں دیکھو گے کہ ساری دنیا اپنانے پر مجبور ہو گی۔ تم سمجھتے ہو کہ اسلام نام ہے جہل و تقلید کا۔ تم اسلام نام رکھتے ہو چند رسوم کا جو تمہیں آباء و اجداد کی طرف سے ورثہ میں ملیں۔ اور بس۔ تم برا مان جاؤ گے لیکن میں یہ حقیقت بیان کرنے سے رک نہیں سکتا کہ اگر ابھی تمہارے ساتھ میں چلوں تو تمہارے گھر کے ایک ویران اور اندھیرے کونے میں طاقچے پر بوسیدہ سے غلاف میں ایک کتاب پڑی ہوئی ملے گی جس کو شاید تمہارے پڑدادا نے رکھا تھا اور ان کے بعد کی تین نسلوں نے اس کی دیمک بھی نہ جھاڑی ہو گی اور میں پوچھوں گا یہ کونسی کتاب ہے تم کہو گے یہ قرآن شریف ہے --!!

اب تم ہی بتاؤ جس عظیم الشان دستور عمل کو تم نے تین پشتوں سے ہاتھ تک نہیں لگایا تم کس طرح یہ توقع رکھتے ہو کہ اس کی تعلیم کو تمہارے ابنائے وطن جو اس کی صداقت کو ماننے کبھی نہیں عزت و توقیر کے ساتھ یاد کریں۔ میرے عزیز بھائی! یہ ایک پڑھنے کی چیز تھی۔ یہ ایک ارمغان سماوی تھا جس کو تمہیں اپنے دل کی گہرائیوں میں ہزاروں عقیدتوں کے ساتھ سجا کر رکھنا چاہئے تھا۔ اسے پڑھنا چاہئے تھا اسے سننا اور سنانا چاہئے تھا اور اسے نشر کرنا چاہئے تھا لیکن تم نے اسے آثار قدیمہ سمجھ لیا۔ سچ بتاؤ کہ تم نے اپنی بیٹی کے جہیز میں سالہا سال قبل جو نسخہ قرآن کریم کا دیا تھا اسے کھول کر دیکھا تھا۔ اب چلو میرے ساتھ۔ میں وہ نسخہ تمہاری بیٹی کے گھر میں اسی قسم کے طاقچے پر اسی حالت میں تمہیں دکھا دوں۔

پھر تم کس منہ سے کہتے ہو کہ تمہارے برادران وطن اسلام کو عزت سے یاد نہیں کرتے۔ اگر تم نے قرآن کریم کھول کر اپنی زندگی بھر میں ایک ہی آیت اور اس کا ترجمہ اپنے ہندو بھائی کو سنایا ہوتا تو تمہارا یہ شکوہ بجا تھا۔ تم بتاؤ تو اپنے ہمسایہ کو۔ تم بتاؤ تو اپنے گاؤں والوں کو۔ تم بتاؤ اپنے برادران وطن کو کہ ہمارا عظیم الشان قرآن یہ کہتا ہے کہ حضرت کرشن جی خدا کے راستباز اوتار تھے۔ اور آپ نے اپنے زمانہ میں جو تعلیم دی تھی وہ برحق تھی۔ اور اس زمانہ کے بنی نوع انسان کے لئے راہ ہدایت تھی پھر تم دیکھنا کہ کوئی شقی ازلی ہی ہو گا جو تمہیں اس کے جواب میں گالی دے گا۔

میں نے دیکھا - کہ بھارتی مسلمان کی پیشانی پر عرقِ انفعال کے قطرات چمک رہے تھے۔ مجھے اس سے خوشی ہوئی کہ میری باتیں اس کے دل پر بیٹھ رہی ہیں۔ میں نے کہا تم اپنے مسائل بتا رہے تھے اس نے کہا ہاں منجملہ مسائل کے ایک یہ بھی ہے کہ آئے دن عین ہماری نمازوں کے اوقات میں سوچی سمجھی سکیم کے مطابق ہندو اپنے باجوں گاجوں کے ساتھ شور و غل کرتے اور نعرے لگاتے ہماری مسجدوں کے پاس سے گزرتے اور اشتعال دلاتے ہیں۔ میں نے کہا یہ نہایت چھوٹی سی بات ہے جسے تم نے مسئلہ بنا لیا ہے۔ یہ سب تمہاری حس کی تیزی ہے ورنہ یہ کوئی ایسی چیز نہیں جس پر تمہیں اشتعال آئے اور اگر تمہیں اشتعال آتا ہے تو یہ تمہاری عقل کا پھیر ہے۔ تم نے کبھی ٹرین کے سفر میں نماز پڑھی ہو گی۔ وہاں کتنا شور و غل ہوتا ہے۔ ٹرین کے پہیوں کی گڑگڑاہٹ ہوا کو چیر کر چلتی ہوئی ٹرین کا شور۔ مسافروں کی باہمی گفتگو۔ بچوں کی چیخ و پکار۔ یہ سب کچھ ہوتا ہے اور تم نماز پڑھ لیتے ہو۔ وہ ٹرین کا سفر ہے اور یہ زندگی کا سفر۔ اور زندگی کے سفر میں ہنگامے تو ہوں گے ہی۔ ہندوؤں کے مذہب میں باجے گاجے جائز ہیں۔ اور اسی طرح جائز ہیں جس طرح ریل کے مسافروں کی باہمی گفتگو جائز ہے۔ پھر تمہاری نماز میں باجے سے خلل کیوں پڑ گیا۔ اول تو میں تسلیم ہی نہیں کرتا کہ اگر تم حضورِ قلب کے ساتھ نماز پڑھو تو خارجی شور و غل تمہاری نماز پر اثر انداز ہو سکے۔ لیکن میں صرف تمہارے لئے تسلیم کر لیتا ہوں کہ باجے گا شور تمہاری نماز میں مخل ہوتا ہے تو کیا تم اپنے برادران وطن کے لئے اتنی سی قربانی نہیں کر سکتے کہ اگر جلوس کی آوازیں سنو تو تم تھوڑی دیر کے لئے رک جاؤ اور جب جلوس گذر جائے تو تم نماز پڑھ لو۔ دو چار یا دس پندرہ منٹ میں کیا فرق پڑ جائے گا۔ کیا تم نے کبھی کسی نیم دیوانہ کو دیکھا ہے جو کسی خاص نام سے چڑتا ہو۔ وہ جب گلیوں میں سے گزرتا ہے تو بچے اس کا وہ مخصوص نام لے کر پکارتے ہیں۔ وہ چڑتا ہے اور گالیاں دیتا ہے مگر ہر گلی کے موڑ پر بچے اس کا چڑ والا نام پکارنے کے لئے موجود ہوتے ہیں اور یہ سلسلہ چلتا چلا جاتا ہے تا آنکہ وہ نیم دیوانہ فوت ہو جاتا ہے کیا تم بھی نیم دیوانہ ہو کہ تمہیں باجے کی آواز سے چڑ پیدا ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ محض تمہارے احساس کی تیزی ہے۔ اگر تم یہ سمجھ لو کہ ہندوؤں کو اپنے جلوسوں میں باجے بجانے کا حق حاصل ہے اور تم انہیں اپنے بھائی سمجھ کر ان کے اس حق کی تائید کرتے ہوئے اور تھوڑی سی قربانی کرتے ہوئے ذرا دیر کے لئے نماز ملتوی کر دو تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔

اب میری باتیں بھارتی مسلمان کی سمجھ میں آنے لگی تھیں۔ اس نے کہا یہ جو تم نے اجتماعیت کی بات چھیڑی تھی اس کی بھی ذرا وضاحت کرو۔ میں نے کہا بات تو وہی ہے جو میں کہہ چکا ہوں۔ تم ان ہی ایمانیات میں سے تفاصیل کو تلاش کرو۔ تم نماز کے فلسفہ پر غور کرو۔ ایک امام کی آواز پر جھک جانے سجدہ میں گر جانے اور سجدہ سے سر اٹھانے کی گہرائیوں کو سوچو تمہیں خود ایک امام اور ایک مرکز کا مسئلہ سمجھ میں آ جائے گا۔ تم قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم یوں ہی دیا گیا ......

... یہ سب اجتماعیت کے مظاہر ہیں۔ اور یہ سب ایک مرکز اور ایک امام کی طرف اشارے ہیں۔ لیکن افسوس کہ تم متفرق ہو گئے۔ تم پانچ کروڑ ہو اور تمہاری آوازیں بھی پانچ کروڑ ہیں۔ لیکن سب کی سب مختلف بلکہ متضاد۔ تم تشتت و افتراق کا شکار ہو کر زبوں حال ہو گئے ہو۔ تم شہید کی شکیدوں اور حقیر چیونٹیوں سے بھی گئے گذرے ہو۔ میں تمہیں پھر یقین دلاتا ہوں کہ تم پانچ کروڑ ہو۔ اگر تم سوال بھر فی کس صرف چھ روپے یعنی آٹھ آنے ماہوار جمع کرو تو سال میں تیس کروڑ روپے جمع کر سکتے ہو۔ اور یہ اتنی چھوٹی سی بات ہے جس پر عمل کرنا کچھ بھی مشکل نہیں۔

"سال میں چھ روپے" یہ کہتے ہوئے بھارتی مسلمان کی آنکھوں کی پتلیاں دستعجب تک پھیل گئیں۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ قربانی کی لذت سے نا آشنا تھا اس نے پہلی بار میرے منہ سے قومی فنڈ کا نام سنا تھا۔ میں نے کہا تم تو سال میں چھ روپے کا ذکر سن کر حیران رہ گئے اور دیکھو۔ میں اس جماعت کا فرد ہوں جس کا خمیر ہی ایثار اور قربانی سے اٹھایا گیا ہے۔ ہماری جماعت کا جو فرد سو روپیہ ماہوار کماتا ہے وہ اس میں سے دس روپیہ ماہوار اور ۱۲۰/- روپیہ سالانہ مرکز کو دیتا ہے۔ جس سے تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام لیا جاتا ہے۔ اور آج دنیا کے قریباً تمام ممالک میں لاکھوں روپیہ سالانہ کے خرچ سے جماعت احمدیہ یہ کام کر رہی ہے۔ سینکڑوں مساجد بیرونی ممالک میں بنا چکی ہے۔ اور متعدد مشہور زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم شائع کر چکی ہے اسی قرآن کریم کے تراجم جو تمہارے گھر کے اندھیرے کونے میں طاق نسیاں پر رکھا ہوا ہے۔ تعلیم و تربیت اور خدمت خلق کے جو کام اس نے کئے ہیں۔ اور غرباء یتامیٰ اور بیوگان کو جو وظائف دے رہی ہے۔ وہ اس سے الگ ہیں۔ . . . .

. . . . تم استعجاب میں گم ہو کہ میری باتیں سن رہے ہو اور شاید یہ سمجھ رہے ہو کہ ہم اگر پانچ کروڑ ہیں تو سب کے سب تو چھ روپیہ سالانہ نہیں دے سکتے۔ کیونکہ ان میں بچے بھی ہیں اور عورتیں بھی۔ تو میں کہوں گا کہ بے شک ایسا ہی ہے۔ لیکن تم میں ایسے بھی تو بالعموم موجود ہیں۔ جو سینکڑوں ہزاروں روپیہ سالانہ دے سکتے ہیں۔ اور وہ عورتوں بچوں اور بیکاروں کی کسر نکال سکتے ہیں۔ اور یہ قومی فنڈ تمہاری زندگی میں حرارت پیدا کر دے گا۔ ایک نئی روح تم میں پھونک دے گا۔ وہ تم میں سے کمزوروں اور بوڑھوں کی خبر گیری کرے گا اور بے سہاروں کا سہارا بن جائے گا لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ تمہارا ایک مرکز ہو۔ اور ایک امام۔ اور تم میں اطاعت گذاری

کا جذبہ موجود ہو۔

اس نے کہا مشکل یہی ہے کہ ہمارا کوئی مرکز نہیں کوئی مرکزی بیت المال نہیں کوئی ایک امام نہیں۔ کچھ لیڈر ہیں متفرق و منتشر اور غیر متحد۔ وہ اگر ہیں بھی تو کئی نقطہ ہائے نظر رکھتے ہیں۔ اور وہ سیاست کے میدان میں کبھی ایک اور کبھی دوسری پارٹی کے ساتھ قلابازیاں کھاتے پھرتے ہیں۔ لیکن اجتماعی طور پر ہمارا کوئی پرسان حال نہیں۔ زیادہ سے زیادہ وقتی طور پر کوئی شخص ضلعی یا صوبائی سطح پر سٹیج پر نمودار ہوتا ہے۔ اور چند روز تک دھواں دھار تقریریں کر کے سٹیج سے غائب ہو جاتا ہے۔

میں نے کہا خدا تعالیٰ نے تمہاری رہنمائی کے لئے عین وقت پر ایک ہادی و رہنما بھیجا۔ جس نے ہر قسم کی سیاستوں سے الگ رہ کر اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے اور اپنے اندر عمل پیہم کے جذبہ کو بیدار کرنے کا پیغام تمہیں دیا۔ اگر تم آج بھی اپنے کانوں میں سے روئی نکال کر اس پیغام کو سنو تو تم زندہ ہو سکتے ہو۔ آؤ میرے ساتھ میں ایک مرکز اور ایک امام اور ایک فعال جماعت تمہیں دکھاؤں جو اپنی اجتماعیت اور فعالیت کی برکت سے حقیقی اسلام کے جادۂ برحق پر منزل مقصود کی طرف رواں دواں ہے اسے سیاست سے کوئی غرض نہیں۔ صرف اسلامی تعلیمات کو اپنا لائحہ عمل بنائے ہوئے ہے۔ اور اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے میں وہ قوت ہے۔ جو سیاست کی ایچ پیچوں سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ لیکن تم چاہتے ہو کہ سیاست میں پڑ کر اپنے وجود کو سنوارو۔ اور دین کو چھوڑ کر جب تم سیاست کی بڑھتے ہو تو دین بھی ہاتھ سے جاتا ہے۔ اور سیاست میں تو تمہارے کوئی مقام پیدا کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ تمہاری داخلیت پیغام کو ناکرآوازیں دے رہی ہے۔ تمہارا طائر تخیل اگر زیادہ سے زیادہ پرواز کرتا ہے تو وہ فضا کی غیر محدود پہنائیوں میں دست ہمائے معجزہ کا طلبگار ہوتا ہے اور تم اس حقیقت کو قطعاً فراموش کر دیتے ہو کہ اس عالم اسباب میں نتائج سے پہلے بھی ایک چیز ہوتی ہے۔ جسے عمل کہتے ہیں۔ اور عمل سے پہلے بھی ایک چیز ہوتی ہے۔ جسے قوت ارادی کہتے ہیں۔ لیکن تم اسباب کی بیچ میں تمام کڑیوں کو چھوڑ کر آخری کڑی کو پکڑنا چاہتے ہو۔ جو کبھی تمہاری گرفت میں نہیں آ سکتی۔ اس لئے کہ وہ خدا جس سے تم معجزے کا مطالبہ چاہتے ہو۔ وہ واضح الفاظ میں تمہاری رہنمائی کر چکا ہے۔ کہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم۔ یعنی اگر تم یہ چاہتے ہو کہ قدرت کی طرف سے کوئی عظیم الشان تغیر منصۂ شہود پر آئے۔ تو اس سے پہلے تم اپنے اندر تغیر پیدا کرو زمین و آسمان کا خدا معجزوں سے جھولی بھرے آسمان کے روزنوں میں سے جھانک رہا ہے کہ اس کا بندہ عمل کی سیڑھیاں طے کر کے معجزے وصول کر لے۔ لیکن آہ! تمہارا دامن عمل کی تگی سے قطعاً خالی ہے۔ تم اس کارگاہ حیات میں دست و پا بریدہ اور علت و معلول کے سلسلوں سے بے نیاز ہو کر دل شکستگی کے عالم میں منزل مقصود پر پہنچنے کے خواب دیکھ رہے ہو۔ اگر تم خدا رسول اور انسانیت کی محبت سے اپنے دل کی دھڑکنوں کو تیز کر کے چلو تو تمہاری رفتار کے مقابلے میں وقت کی رفتار بھی ماند پڑ جائے گی۔ خدا کے لئے اب خواب خرگوش سے بیدار ہو جاؤ اور سنو کہ قادیان کے منارۃ المسیح سے جرس کارروان کی آواز آ رہی ہے۔ یہی وہ کاروان ہے جس کے ساتھ مل کر تم منزل مقصود کو پا سکو گے۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ نے اپنی انگلی سے آسمان پر تمہارے لئے یہ تقدیر لکھ دی ہے کہ تم احمدیت کا دامن پکڑ کر ہی سربلند ہو سکتے ہو۔ تم جب اس پر عمل کرو گے تو تم دیکھو گے کہ تم امن کے گہوارے میں سانس لے رہے ہو۔ اور خدا کی گود میں ہو۔ تمہاری سب سے بڑی سیاست اگر کوئی ہونی چاہئے تو یہی کہ تم حکومت وقت کے دل سے وفادار ہو۔ تمہیں تمہارے اسلامی عقائد و اعمال کی آزادی حاصل ہے۔ تمہارا ملک آزاد ہے۔ تم نے گذشتہ چودہ سال میں کئی انگڑائیاں لی ہیں اور سیاست کے پر پیچ راستوں پر چل کر پسینے کے لوٹے کی طرح لڑھکتے پھر رہے ہو۔ آؤ کہ قادیان سے آواز آ رہی ہے کہ

ہر جو وہ پانی جو آیا آسماں سے وقت پر
میں ہوں وہ نور خدا جس سے ہوا دن آشکار

تمہیں اپنے مستقبل میں جو ظلمتیں پھیلی ہوئی نظر آ رہی ہیں۔ وہ اسی آسمانی نور سے دور ہوں گی۔ اور یہی آسمانی تقدیر ہے اور اٹل۔ اگر اس قعر مذلت میں پڑ کر بھی تم نے اس آسمانی آواز کو نہ سنا اور ایسا مرکز، اور ایک امام اور ایک بیت المال کو تلاش نہ کیا تو تب میں کا عفریت منہ کھولے

تمہارا انتظار کر رہا ہے۔۔۔
تمہیں نگل لے گا۔ اور یہ

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

عید الاضحیہ کی قربانی

از امیر جماعت احمدیہ قادیان

احباب کو علم ہے کہ عید الاضحیہ کی مبارک تقریب اسی مہینے کے آخری ہفتہ میں آ رہی ہے بعض احباب اس امر کا اشتیاق رکھتے ہیں کہ وہ اپنی قربانیاں قادیان دارالامان میں کرائیں۔ ان کی آگاہی کے لئے تحریر ہے کہ امسال فی قربانی کم از کم تیس روپے اخراجات ہوں گے۔ جو دوست قادیان میں قربانیاں کروانا چاہتے ہوں وہ قربانیوں کی رقوم اور اطلاع جلد از جلد قادیان بھجوا دیں۔ تاکہ عید الاضحیہ کی مقررہ تاریخوں میں ان کی طرف سے قربانیاں کی جا سکیں۔

یہ امر بھی یاد رہے کہ قادیان میں قربانیاں کرنے سے درویشوں کے لئے گوشت کا انتظام ہو جاتا ہے۔ جو قربانیاں کرنے والے احباب کے لئے دوہرے ثواب کا موجب ہوتا ہے۔

امیر مقامی جماعت احمدیہ قادیان

پینگاڈی میں یوم مسیح موعودؑ

مورخہ ۲۹؍ کو جماعت احمدیہ پینگاڈی نے مسجد احمدیہ پینگاڈی کے سامنے زیر صدارت مولوی محمد عبد اللہ صاحب فاضل یوم مسیح موعود علیہ السلام کا جلسہ منعقد کیا۔

جلسہ کی کارروائی قرآن پاک کی تلاوت سے شروع ہوئی۔ جو مکرم ایس۔ وی قمر الدین صاحب نے کی۔ مکرم اے محمد کنجو صاحب نے اردو میں نظم پڑھی۔ بعدہٗ مکرم مولوی عبد القادر صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی علامات پر تقریر کی۔ اور مکرم ایم زین الدین صاحب نے آپ کی کتب میں سے آپ کی تعلیمات کے چند حوالے پڑھ کر سنائے۔

آخر میں مولوی محمد عبد اللہ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے اغراض پر نہایت عمدہ تقریر فرمائی۔ اس کے بعد دعا کے بعد یہ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

خاکسار بی احمد از پینگاڈی۔

تقریب شادی

قادیان مورخہ ۳۰ر اپریل۔ آج جناب سردار گورمکھ سنگھ صاحب باجوہ ایم۔ ایل اے سابق وزیر پنجاب کی پوتی بی بی نریندر بی۔ اے۔ بی ٹی جو سردار شودیو سنگھ صاحب کی لڑکی ہیں کی شادی جو سردار سورن سنگھ آف بٹالہ سے قرار پائی تھی۔ کی تقریب تھی۔ جس میں شمولیت کے لئے ضلع کے افسران اور معززین علاقہ کو جناب باجوہ صاحب کی طرف سے دعوت دی گئی۔

سلسلہ کے ذمہ دار احباب بھی اس تقریب میں شامل ہوئے۔ صبح ۷ بجے برات موضع بٹالہ سے بذریعہ بس پہنچی۔ جس کا استقبال کوٹھی سردار شودیو سنگھ صاحب میں کیا گیا۔ ۹ ½ بجے انند کارج (رسم نکاح) کی رسم ادا ہوئی۔ اور بارہ بجے کے قریب برات واپس بٹالہ کے لئے روانہ ہو گئی۔

جماعت کی طرف سے جناب باجوہ صاحب اور ان کے خاندان کو مبارکباد دی جاتی ہے۔ (ناظر امور عامہ قادیان)

اعلان نکاح

میرے لڑکے عزیزم ڈاکٹر عبد الحمید صاحب ایم بی بی۔ ایس میو ہسپتال لاہور کا نکاح سیدہ سمیعہ صادقہ بانو صاحبہ بنت سید مقبول حسن صاحب مرحوم کے ساتھ بعوض پانچ ہزار روپیہ مہر پر محترم سید بہاول شاہ صاحب نے مورخہ ۱۹ر مارچ ۱۹۶۱ء کو مسجد جودھامل بلڈنگ میں پڑھا احباب اس رشتہ کو جانبین کے لئے بابرکت اور مثمر ثمرات حسنہ بننے کے لئے دعا فرمائیں۔

(ڈاکٹر) عطاء الدین درویش قادیان

محترم ڈاکٹر صاحب نے اس خوشی پر مقامی طور پر درویشان میں شیرینی تقسیم کی اور مبلغ دس روپیہ اعانت بدر کے لئے مرحمت فرمائے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء

درخواستہائے دعا: (۱) میری لڑکی امۃ المجیب اہلیہ عزیز شریف احمد بیمار رہی ہے ان کی شفا یابی کیلئے احباب جماعت و درویشان کرام سے دعا کی درخواست ہے۔ خاکسار سید یعقوب علی رضی اور بنگلور (۲) مکرم راجہ غلام محمود صاحب سیکرٹری جماعت احمدیہ میں امراض کی کامل صحت کیلئے احباب دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے۔ (ادارہ)

خبریں

بمبئی ۲۸ر اپریل۔ کشمیر کے سابق مہاراجہ ہری سنگھ کل بمبئی میں انتقال کر گئے۔ ان کی عمر ۶۵ سال تھی۔ مہاراجہ ہری سنگھ ۱۹۴۹ء میں اپنے بیٹے کرن سنگھ کے حق میں دستبردار ہو گئے تھے۔ اور اس کے بعد وہ بمبئی میں مقیم ہو گئے تھے۔

لکھنؤ یکم مئی۔ وزیراعظم پنڈت نہرو نے کل رات لکھنؤ میں ایک بھاری پبلک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے عوام پر زور دیا کہ اگر وہ چاہتے ہیں کہ اُن کا ملک ترقی کرے اور خوشحالی کے راستہ پر گامزن ہو تو انہیں چار اصولوں کو اپنانا ہوگا۔ یہ اصول ہیں فرقہ پرستی کی حوصلہ افزائی نہ کی جائے۔ زبانوں کے متعلق بے وقوفوں کی طرح بحث مباحثہ نہ کیا جائے۔ سوشلزم اور پانسالہ پلانوں کا بغور مطالعہ کیا جائے اور دنیا کے بدلتے ہوئے حالات کو ہر وقت پیش نظر رکھا جائے۔ آپ نے مزید کہا کہ محض لمبے چوڑے ریزولیوشن پاس کر دینے سے ہمارے ملک کو اقتصادی مشکلات سے نجات نہیں مل سکتی۔ اس وقت ضرورت مصمم ارادہ اور دیش میں خوشحالی لانے کے لئے طاقت کی ہے۔ پنڈت نہرو نے ذات پات اور برادریوں کی بھی مذمت کی اور کہا کہ آجکل کے زمانہ میں اگر ہم ذات پات کے بندھنوں میں بندھے رہے تو ترقی نہیں کر سکیں گے۔ اور ملک کی تقدیر نہ بدل سکے گی۔ پنڈت نہرو نے ذات پات کے امتیاز کی بھی سخت مذمت کی اور کہا کہ آج کل کے زمانہ میں جبکہ دنیا ایک دوسرے سے قریب تر ہو رہی ہے۔ ذات پات کا فرسودہ نظام نہیں چل سکتا۔ اگر ہم نے اس نظام کی پیروی کی تو ملک ترقی نہیں کر سکے گا۔ سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے پنڈت نہرو نے کہا کہ جب ہم جمہوریت اور سوشلزم کا ذکر کرتے ہیں تو ہمیں اپنے آپ سے یہ سوال کرنا چاہیئے کہ کیا سوشلزم میں فرقہ پرستی اور ذات پات قائم رہ سکتی ہے۔ لیکن ذات پات ہم پر اس قدر حاوی ہے کہ اکثر بڑے بڑے سمجھے لوگ بھی ذات پات اور فرقہ پرستی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ دیش کے بٹوارہ کے بعد ہندو فرقہ پرستی اپنا سر اُٹھا رہی ہے۔ پنجاب میں سکھوں کی فرقہ پرستی بھی موجود ہے۔ پنڈت نہرو نے مزید کہا کہ اگر ہندو فرقہ پرستی بڑھتی گئی تو دیش سے قوم پرستی کی جڑیں اُکھڑ جائیں گی جبلپور اور دیگر جگہوں کے واقعات ہمارے کالے دلوں کے مظہر ہیں۔ ان واقعات سے مجھے دلی طور پر بہت صدمہ پہنچا ہے۔ جذبات یا احساسات کا کوئی سوال نہیں۔ ہمارے ملک میں ہندو ازم اسلام اور دوسرے بڑے بڑے مذہب ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہندو جو اکثریت میں ہیں اقلیتی گروہوں پر غالب آ جائیں۔ بھارت ہمیشہ اپنی قوت برداشت کے لئے مشہور رہا ہے۔ ہمیں اب بھی اسی سپرٹ سے کام لینا ہوگا اور دیش کی ترقی کے لئے کام کرنا ہوگا۔

لاہور یکم مئی۔ پاکستان کے ہوم منسٹر ذاکر حسین نے ایک انٹرویو کے دوران میں انکشاف کیا ہے کہ پاکستان میں اگلے سال ۱۵ فروری میں عام انتخابات ہوں گے۔ اور یہ توقع کی جاتی ہے کہ نئی پارلیمنٹ کا اجلاس ۲ مارچ کو ہوگا۔ جبکہ ملک میں سے مارشل لاء ہٹا لیا جائے گا۔ ہوم منسٹر نے مزید کہا کہ صدر ایوب خان نے آئین کے مسودہ کے متعلق بہت زیادہ کام ہونے کی وجہ سے آسٹریلیا میں اپنے مجوزہ دورہ کو غیر معین عرصہ کے لئے ملتوی کر دیا ہے۔

نئی دہلی۔ یکم مئی۔ راشٹرپتی ڈاکٹر راجندر پرشاد نے کل نئی دہلی میں بودھ جینتی منانے کے سلسلہ میں مہا بودھ سوسائٹی کی طرف سے منعقدہ تقریب کی صدارت کرتے ہوئے کہا کہ مہاتما بدھ ایک بہت بڑے انقلابی تھے۔ آپ نے ظالمانہ مجلسی رسم و رواج کے خلاف جو بغاوت کی تھی اُس سے آجکل کی نئی پود کو سبق سیکھنا چاہیئے۔ کیونکہ آج کل بھی بہت سے رسم و رواج ایسے ہیں جو ملکی ترقی کے راہ میں رکاوٹ ہیں۔ جس طرح مہاتما بدھ نے ان فرسودہ رواجوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اسی طرح اس وقت بھی ایسے دقیانوسی رواجوں کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے کی ضرورت ہے۔

چنڈی گڑھ یکم مئی۔ پنجاب کے وزیر صنعت مسٹر بسیالی؟ شری موہن لال اور مرکز کے درمیان اعلیٰ سطح پر بات چیت کے نتیجہ کے طور پر پنجاب میں کوئلہ کا قحط ختم ہونے کے امکانات روشن ہیں مرکز نے یقین دلایا ہے کہ کلبھٹوں کے استعمال میں آنے والے کوئلے کی ۱۰ ہزار ویگنیں ہر ماہ باقاعدہ پنجاب پہنچا کریں گی۔ اسی طرح فونڈریوں کے لئے کوئلے کا پورا کوٹہ باقاعدگی سے سپلائی کیا جائیگا۔

قاعدہ یسرنا القرآن کی قیمت میں تخفیف

الحمد للہ قاعدہ یسرنا القرآن (دونوں قسم خورد و کلاں) کا نیا ایڈیشن چھپ کر آ گیا ہے۔ چونکہ یہ بھی ایک دینی خدمت ہے اس لئے ہم نے حصول ثواب کے لئے اس کی قیمتوں میں مزید تخفیف کر دی ہے۔

(۱) قاعدہ یسرنا القرآن کلاں سابقہ قیمت ۶۲ پیسے موجودہ قیمت ۵۰ پیسے
(۲) " " خورد " ۳۱ " " ۲۵ "

کتب فروشوں اور دوکانداروں کو حسب ذیل کمیشن دیا جائے گا

(۱) مبلغ دس روپے سے پچاس روپے تک کے خریدار کو — ۱۵ فیصدی
(۲) " ۵۱ " ۱۰۰ " " ۲۰ "
(۳) " ۱۰۰ " زائد — " " ۲۵ "

جو دوست اپنے علاقہ میں اس قاعدہ کی ایجنسی لینا چاہتے ہوں وہ دفتر ہذا سے براہ راست خط و کتابت کر کے شرائط طے کر سکتے ہیں۔

مینجر قاعدہ یسرنا القرآن
قادیان۔ ضلع گورداسپور۔ پنجاب

پروگرام دورہ مکرم مولوی محمد صادق صاحب ناقد فاضل انسپکٹر بیت المال

$\frac{5}{61}$ ۸ — تا — $\frac{7}{61}$ ۳۱

مندرجہ ذیل جماعتہائے احمدیہ ہندوستان کے عہدیداران کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ مکرم مولوی محمد صادق صاحب ناقد فاضل انسپکٹر بیت المال مندرجہ ذیل پروگرام کے مطابق $\frac{5}{61}$ ۸ تا $\frac{7}{61}$ ۳۱ بغرض معائنہ حسابات و وصولی چندہ جات دورہ کریں گے۔ عہدیداران متعلقہ جماعت ہائے احمدیہ سے توقع ہے کہ وہ اس سلسلہ میں انسپکٹر صاحب موصوف سے پورا پورا تعاون کریں گے۔

ناظر بیت المال قادیان

نام جماعت	تاریخ رسیدگی	قیام	تاریخ روانگی
رانچی	۶۱-۵-۶	۲	۶۱-۵-۸
بھاگلپور	" " -۹	۳	" " ۱۲
برہ پورہ	" -۱۲	۲	" -۱۴
خانپور ملکی	" -۱۴	۳	" -۱۷
جلاری	" -۱۷	۲	" -۱۹
مونگھیر	" -۲۰	۳	" -۲۴
چک سکن	" -۲۴	۲	" -۲۶
اورین	" -۲۶	۲	" -۲۸
پٹنہ	" -۲۹	۲	" -۳۱
آرہ	" -۳۱	۲	" -۲
بنارس	۳ $\frac{6}{61}$	۲	۵ $\frac{6}{61}$
لکھنؤ	۶ "	۳	۹ "
کانپور	۹ "	۳	۱۲ "
چرگاؤں	۱۵ "	۲	۱۷ "
ساکڈ	۱۸ "	۲	۲۰ "
مسکرا	۲۰ "	۲	۲۲ "
مودھا	۲۲ "	۳	۲۴ "
شاہجہانپور	۲۵ "	۳	۲۹ "
بریلی	۲۹ "	۳	۲ $\frac{7}{61}$
صابر نگر	۳ $\frac{7}{61}$	۲	۶ "
سانڈھن	۶ "	۲	۹ "
ننگلہ گھنو	۱۰ "	۲	۱۲ "
دہلی	۱۴ "	۲	۱۶ "
امروہہ	۱۷ "	۲	۲۰ "
سردارنگر	۲۰ "	۲	۲۳ "
انجول	۲۴ "	۲	۲۶ "
اجمیرہ	۲۷ "	۲	۳۰ "
بجبہارہ	۳۰ "	۱	۳۱ "